ماہنامہ

پاکستان کا

مجلہ الحقیقہ

اتحادِ ملت کی ضرورت وصورت

پروفیسر محمد حسین آسی

توحید اور محبوبانِ خدا کے کمالات

پروفیسر محمد حسین آسی

درسِ قرآن

درسِ حدیث

حضور باواجی سرکار

جہاد اور شہادت

قراردادِ پاکستان

مارچ 2003ء



حضرت امام حسینؓ ایک منفرد شخصیت

حمد باری تعالے جل شانہٗ

تری ہے اور تیرے محبوب کی یہ بھی عطا یارب
کہ مجھ سا پُر خطا کرنے لگا تیری ثنا یارب
وسیلے سے ترے محبوب ﷺ کے جب بھی کہا یارب
تری رحمت سے ہر مشکل بنی مشکلکشا یارب
تو ہے سب کا خدا، سب سے بڑا، سب سے ورا یارب
کوئی، بلکہ نہیں موجود ہی تیرے سوا یارب
نہیں تیرے سوا تیرے نبی ﷺ کے عشق والوں کا
کوئی مقصد، کوئی مطلوب، کوئی مدعا یارب
رفعنا ﷺ والا جب نعرہ لگائے، ماعرفنا کا
نہیں ممکن ترے عرفان کا حق ہو ادا یارب
تری رحمت بناتی ہے سہارا ہر سہارے کو
کہ ہے تیرا کرم آسرے کا آسرا یارب
تیری غیرت کسی صورت گوارا کر نہیں سکتی
کہ تیرا عاشقِ صادق بھی ہو نذرِ فنا یارب
سلام اس نور پر جس نے مجھے یہ روشنی بخشی،
کہ تیرا بندہ ہوں میں اور تو میرا خدا یارب
تو وہ کچھ دے، جو دیتا ہے گدایانِ مدینہ کو
میں کیا مانگوں، مجھے آتا نہیں ہے مانگنا یارب
گدائے در ہوں اولادِ علی کرم اللہ وجہہ کا، صدقہء مرشد
بنا آسی کو مظہر قوتِ توحید کا یارب

نعت رسول مقبول ﷺ

تمھیں نورِ خدا، ظلِ خدا ہو یارسول اللہ ﷺ
تمھیں خیر الرسل، خیر الوریٰ ہو یارسول اللہ ﷺ
تمھیں مطلوب و محبوبِ خدا ہو یارسول اللہ ﷺ
تمھیں شہکارِ دستِ کبریا ہو یارسول اللہ ﷺ
تمھیں منزل تمھیں تو رہنما ہو یارسول اللہ ﷺ
تمھیں قاسم تمھیں اصلِ عطا ہو یارسول اللہ ﷺ
بنائے دو جہاں تم سے، بقائے دو جہاں تم سے
تمھیں تو ابتداء و انتہا ہو یارسول اللہ ﷺ
تمھاری شان میں وارد ہے سبحن الذی اسریٰ
تمھیں مہمانِ ایوانِ دنیٰ ہو یارسول اللہ ﷺ
تمھیں آئینہ قدرت، تمھیں گنجینہء رحمت
تمھیں کونین کے حاجت روا یارسول اللہ ﷺ
کوئی مانے نہ مانے ہے یہی معنیٰ فترضیٰ کا!
خدا چاہے وہی کچھ تم جو چاہو یارسول اللہ ﷺ
یہی مقصودِ فطرت ہے کہ رب کو ماننے والا
تمھارا ہاں تمھارا ہی گدا ہو یارسول اللہ ﷺ
کہیں آقا مجھے بھی طاقتِ دیدار مل جائے
تمھیں جب ہر کہیں جلوہ نما ہو یارسول اللہ ﷺ
وہ دن پھر آئے آسی شیخ کامل کی معیت میں
کھڑا روضے کی جالی چومتا ہو یارسول اللہ ﷺ

پروفیسر محمد حسین آسی

یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم

اے نبی! جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے اور ان پر سختی کرو (التوبہ۔ ۷۳)

ماہنامہ (پاکستان کا)

مجلۃ الحقیقہ

محرم الحرام ۱۴۲۴ھ مارچ 2003 جلد نمبر 3 شمارہ نمبر 6

زیر سرپرستی

مفکر اسلام حضرت علامہ مولانا پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی

زر تعاون

پاکستان (فی پرچہ) 10 روپے سالانہ بذریعہ ڈاک -/124 روپے

	فی پرچہ	سالانہ چندہ
یورپ	1 پونڈ	10 پونڈ
یو ایس اے	1.5 ڈالر	15 ڈالر
عرب ممالک	3 ریال	30 ریال

فہرست

بااہتمام: صوفی محمد آصف نقشبندی، انچارج دفتر الحقیقہ نقش لاثانی نگر شکرگڑھ

پبلشرز: پروفیسر محمد حسین آسی نے احمد دین پرنٹرز داتا مارکیٹ لاہور سے چھپوا کر مرکزی دفتر مجلۃ الحقیقہ نقش لاثانی نگر شکرگڑھ فون نمبر 451734 (نارووال) سے شائع کیا

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون
یونس-۶۳
ترجمہ: سن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

کلمۃ الحقیقہ — اداریہ

حسینیت زندہ باد

سرپرست اعلیٰ کے قلم سے

شاہ است حسینؓ بادشاہ است حسینؓ
دین است حسینؓ دین پناہ است حسینؓ
سرداد نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الـــــــہ است حسینؓ

(حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری قدس سرہٗ)

(حضرت امام حسین علیٰ جدہٖ وعلیہ السلام اہل محبت کے بادشاہ اور اہل شہادت کے تاجدار ہیں۔ آپ کی سیرت مقدسہ دین کی تفسیر اور آپ کی ذات پاک دین کیلئے پناہ گاہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ کربلا کے میدان میں آپ نے سر تو دے دیا مگر یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اس کی بیعت نہ کی۔ حق یہ ہے کہ توحید کا یہ عملی تقاضا تھا جو نواسہ رسول علی جدہٖ وعلیہ السلام نے کربلا کے میدان میں پورا کر دیا)۔

یہ چار مصرعوں کا نذرانۂ عقیدت ہے جو لاکھوں مشرکوں کو توحید آشنا کرنے والے ہزاروں مشائخ کے پیر سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہٗ العزیز نے نور نور اللہٗ، شیر شیر خدا اور خیر خیر النساء شہزادۂ گلگوں قبا حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہٗ کی بارہ گاہ میں پیش کیا ہے۔(**علیٰ جدہٖ و ابو یہ و اخیہ وعلیہ وبارک وسلم**) آپ کی بے مثال قربانی پر اسلام اور اہل اسلام جتنا ناز کریں کم ہے کہاں مدینہ منورہ کی سکون بخش بہاریں، اور کہاں مکہ معظمہ کی لاہوتی فضائیں اور کہاں دشت نینوا کی ریت اور جھلسا دینے والی ہوائیں۔ نہ کوئی مصلحت آپ کے آڑے آئی، نہ کسی کے رعب یا لالچ نے آپ کے پائے استقلال میں ڈگمگاہٹ پیدا کی۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ رجب کی ستائیسویں رات تھی جب حضور سرور کون ومکاں، مالک چنین وچناں حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا، مکہ معظمہ سے اپنے رب کے دیدار کیلئے لامکاں کی طرف سفر معراج پر روانہ ہوئے تھے اور پھر یہی رات تھی جب حبیب خدا شہ دوسرانبی اعظم اور رسول معظم ﷺ کا نواسہ رضی اللہ عنہٗ مدینہ منورہ سے حالات کو پرسکون دیکھنے کی تمنا میں مکہ معظمہ کی طرف عازم سفر ہوا۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ ذوالحجہ کو جب حجاج قربانی کے جانور لے کر مکہ معظمہ سے منیٰ مقدسہ کی طرف نکلتے ہیں۔ ملت اسلامیہ کا شہید اعظم علی اکبر، علی اصغر، عون ومحمد (رضی اللہ عنہم) کو ساتھ لے کر میدان کربلا کی طرف روانہ ہوا۔ حضرت حکیم الامت علامہ اقبال فرماتے ہیں

سرِ ابراہیم و اسمعیل بود
یعنی آں اجمال را تفصیل بود!

مقصد یہ کہ ابراہیم علیہ السلام منیٰ کی طرف اپنے لخت جگر کو قربان کرنے کیلئے جا رہے تھے اور ان کے لخت جگر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام قربان ہونے

کیلئے جارہے تھے مگر شہسوار کربلا (رضی اللہ عنہ) کی طرف دیکھئے خود حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی طرح قربان ہونے کیلئے جارہے ہیں اور بیٹوں، بھائیوں اور بھتیجوں اور دوسرے جانثاروں کو قربان کرنے کیلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام طرح جارہے ہیں۔ خوب فرمایا حضرت اقبال نے

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستان حرم
نہایت اس کی حسین ، ابتدا ہے اسمٰعیل

یقیناً معرکہ کربلا حق و باطل کی جنگ تھی۔ حق کی پاسبانی کا فریضہ رسول حق ﷺ کا نورنظر اور اس کے ساتھی سرانجام دے رہے تھے اور باطل کی علمبرداری یزید ابن زیاد، ابن سعد، شمر اور خولی جیسے ملعون کر رہے تھے۔ بعض لوگوں نے جو اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم سے خواہ مخواہ کا بغض رکھتے ہیں۔ اسے اقتدار کی جنگ قرار دینے پر زور دیا ہے۔ مگر ہر باشعور اور غیر جانبدار انسان اگر چہ وہ مسلمان بھی نہ ہو، جب واقعہ کربلا پر غور کرتا ہے تو اسے تاریخ انسانیت کی بے مثال قربانی قرار دیتا ہے، اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو اسلام کی حقانیت کی دلیل گردانتا ہے۔ حق یہ ہے اسلام ہی نے انسانیت کی پاسبانی کی اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بے مثل قربانی اسلام ہی کیلئے نہیں ساری انسانیت کے لئے باعث فکر اور سرمایہء ناز ہے۔ اسی لئے وہ لوگ جو اگر چہ مسلمان نہیں مگر پھر بھی تاریخ کے مطالعے نے ان کے فکر و نظر میں وسعت پیدا کر دی ہے، سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں دل کھول کر نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے۔

مسٹر جے آر۔ رابنس (ایک عیسائی مفکر) لکھتا ہے۔

میری زندگی کا بیشتر حصہ تاریخ کے مطالعے میں گزرا ہے مگر جو کشش اور مظلومیت مجھے تاریخ اسلام کے اس باب میں نظر آئی جو حسین اور کربلا سے متعلق ہے، وہ کہیں نہیں دیکھی۔ مسلمانوں کے پاک نبی (ﷺ) کے وصال کے بعد ان کے نواسے نے جو عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیا وہ اسلامی تعلیم کی صداقت اور حسین کی عظمت کی بہت بڑی دلیل ہے............... انھوں نے جو کچھ کیا، خدا کیلئے کیا تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ان سے پہلے اور ان کے بعد اب تک شہیدوں میں کوئی ان کے ہم پلہ نہیں گزرا۔

کیپٹن ایل۔ ایچ نیلٹ فرماتے ہیں

''حسین نے جام شہادت پی کر اسلام کو صفحہ ہستی سے محو ہونے سے بچالیا'' ....

شب عاشورہ آپ نے تمام انصار و رفقاء کو جمع کیا اور نہایت پر درد لہجے میں ایک طولانی تقریر فرمائی جس میں بعد از پند و نصیحت آپ نے فرمایا کہ سخت سے سخت مصیبت کا سامنا ہے میں تم سب کو متنبہ کر دیتا ہوں بعد ختم تقریر آپ نے وہ کام کیا جس کی نظیر صفحہء عالم میں ملنا ناممکن ہے اور جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو انسانی کمزرویوں کا کس قدر احساس تھا اور کس درجہ آپ سخی اور رقیق القلب تھے۔ جذبہء ایثار آپ میں کس حد تک موجود تھا۔ آپ نے فرمایا خیموں کے تمام چراغ گل کر دیئے جائیں اور جس کا جی چاہے وہ اس دروازے سے چلا جائے میں نے اپنی بیعت تم سے اٹھائی ہے۔ دوسرے دن جب سپیدۂ سحر آسمان پر ہویدا ہوا تو سب کے سب بہتر ۷۲ جانثار جام شہادت پینے پر کمر بستہ نظر آئے''۔

مسٹر جے۔ اے یسمین سابق آنریری سیکرٹری انڈین کرسچین ایسوسی ایشن و سابق سپیشل مجسٹریٹ آگرہ کا بیان سنئے

حسین کی قربانی قوموں کی بقا اور جہاد آزادی کیلئے ایک ایسی مشعل ہے جو ابدالآباد تک روشن رہے گی۔ حسین کی شہادت شکست نہیں بلکہ اسلام کی نہ مٹنے والی فتح ہے۔ اسلام اس گراں قدر قربانی پر فخر کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔ خوش بخت ہے وہ قوم جسمیں حسین ایسا جانباز مجاہد پیدا ہوا۔

کر دیا خون شہادت سے زمیں کو لالہ رنگ
یوں ہی ملتی آئی ہیں اسلام کی آزادیاں

بابو پرشوتم داس ٹنڈن سابق سپیکر یو پی اسمبلی (ہندو) فرماتے ہیں

''اتنی بلند قربانی نے جیسی کہ امام حسین نے پیش کی ہے۔ انسانیت کو حد درجہ بلند کر دیا ہے۔ ان کی یادگار منانے اور قائم رکھنے کے قابل ہے''۔

فراق گورکھپوری (مشہور ہندو شاعر) کا نذرانہ عقیدت

کیا صرف مسلمان کے پیارے حسین
چرخ نوع بشر کے تارے ہیں حسین
انسان کو بیدار تو ہو لینے دو!
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین

پنڈت گوپی ناتھ امن دہلوی کا نقطہ نظر

''اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شکست کس کی ہوئی۔ اسے دو فقروں میں کہا جا سکتا ہے کہ حسین کے جسم کی اور یزید کے ارادوں کی۔ ظاہر بین اسے حسین کی شکست کہیں تو کہیں، چشم حق بین اسے حسین کی فتح کہے گی''۔

حسین ابن علی کو سلام..........جو دلیر ہو کر بھی منکسر المزاج تھا

حسین ابن علی کو سلام..........جس نے اسلام کو داخلی خطروں سے بچا لیا

حسین ابن علی کو سلام..........جس نے اپنی جان دے کر انسانیت کا پیغام دنیا کو دیا۔

ڈاکٹر رادھا کمار مکرجی صدر شعبہ تاریخ لکھنؤ یونیورسٹی کا فیصلہ

''امام حسین حق کا غیبی شعلہ بنکر چمکے، جس میں نور ہی نور تھا، پھیلاؤ اور حرارت بھی۔ ان کی شجاعت کی حرارت نے ان کے دشمنوں کو جلا جلا کر خاک کر دیا۔ ان کی بے مثال شخصیت کا نور آج بھی خیال کی دنیا روشن کیے ہوئے ہے۔..........

اصولوں کی پیروی میں ایسی زبردست قربانی تاریخ میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ انسانیت کے ایک بڑے ہیرو ہیں۔

پروفیسر بشمر ناتھ سکسینہ ایم اے (سندھ)

''کاش میرے ہندو بھائی غور کریں اور دیکھیں کہ وہ مذہب کیسے باطل ہو سکتا ہے۔ جس کے پرستاروں میں یہ روح کارفرما ہے کہ اپنی جان دے کر اپنے مذہب کی صداقت ثابت کرتے ہیں اور جس کے معمولی پیرو ہی نہیں بلکہ اس کے اکابر، بانی مذہب کے نواسے اور دوسرے رشتہ دار تک وقت آنے پر قربانی سے دریغ نہیں کرتے''۔

پنڈت چندر کا پرشاد جگیاسو:

ایک ایسا انمول ہیرا ہے جسے جس پہلو سے دیکھو بے عیب و بیش قیمت ہے۔ حسین وہ خوشنما گلاب ہے جس کا ہر جزو اپنی خوبصورتی اور خوشبو سے دل کو کھینچ لیتا ہے۔ حسین ایک ایسا کھرا سونا ہے جسے جتنا پرکھا جائے خوش رنگ نکلتا آئے گا۔

حسین وہ روز روشن آفتاب ہے، جس میں ہر رنگ موجود ہے۔

دستور کیخسر و مہیار کنور (پیشوائے اعظم فرقہ پارسی):

اگر شہید عظم حسین کی قربانیاں نہ ہوتیں تو دنیا اخلاق مذہب صداقت سے نا آشنا رہتی۔ دنیا شہداء کی ممنون ہے جنھوں نے موت کو ذلت پہ ترجیح دی۔ امام حسین ان شہداء کے سردار ہیں جنھوں نے انسانیت کی خدمت کیلئے جان دی۔

کنور مہندر سنگھ بیدی سحر دہلوی نے تاجدار کربلا کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے ایک خوبصورت وطویل نظم لکھی ہے۔ ہم اس کے صرف دو بند ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

گلشن صدق و صفا کا لالہ رنگیں حسین — شمع عالم، مشعل دنیا چراغ دیں حسین
سر سے پا تک سرخیء افسانہ خونیں حسین — جس پہ شاہوں کی خوشی قربان وہ غمگیں حسین
مطلع نور مہ و پرویں ہے پیشانی تری
باج لیتی ہے ہر اک مذہب سے قربانی تری

بارش رحمت کا مژدہ ، باب حکمت کی کلید روزِ روشن کی بشارت، صبح رنگیں کی نوید
ہر نظام کہنہ کو پیغام آئین جدید !! اے کہ ہے تیری شہادت اصل میں مرگ یزید

تیری مظلومی نے ظالم کو کیا یوں بے نشاں
ڈھونڈتا پھرتا ہے اس کی ہڈیوں کو آسماں

جوش ملیح آبادی آوارہ مزاج، دہریہ انداز فکر کا حامل تھا، اس کے باوجود کہتا ہے۔

یہ صبح انقلاب کی جو ہر طرف ہے ضو
یہ مچل رہی ہے صبا، پھٹ رہی ہے پو
یہ جو چراغ ظلم کی تھرا رہی ہے لو
درپردہ یہ حسین کے انفاس کی ہے رو
یہ حق کے جو چھڑے ہوئے ہیں ساز دوستو
یہ جو بھی اسی جرس کی ہے آواز دوستو!

دیکھا آپ نے نواسہ رسول جگر گوشہ بتول سیدنا امام پاک علیٰ جدہ وامہ وعلیہ السلام نے جو عظیم و بے مثل قربانی دی، خداوند کریم اس کا بول بالا کس طرح کر رہا ہے اور غیر بھی اسے کس کس انداز میں حقانیت اسلام کی ایک عظیم دلیل قرار دے رہے ہیں۔ ہم نے یہاں جان بوجھ کر حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ کے سوا کسی مسلمان بزرگ یا محدث یا شاعر کا حوالہ نہیں دیا، ایک تو خواجہ کی بات سب کی بات ہے، دوسرے اس لئے کہ عربی کہاوت ہے۔

"الفضل ما شھدت بہ الا عداء" ...... (بزرگی وہ ہے جس کی دشمن بھی گواہی دیں)

یقیناً یہ ہماری خوش بختی ہے کہ ایسی عظیم شخصیت کا تعلق ملت اسلامیہ سے ہے، جس پر شہادت کو، اسلام کو بلکہ پوری ملت کو ناز ہے، نہیں، بلکہ امت کے والی حضور سرور دوسرا علیہ التحیۃ والثناء کو بلکہ ان کے رب جلہ جلالہٗ کو ناز ہے۔ ان کی قربانی اسلام کی حفاظت کیلئے تھی۔ سو وہ محفوظ ہو گیا بلکہ مضبوط ہو گیا، تیرہ چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود اپنے بیگانے جب اس شہادت عظمٰی کو اسلام کی صداقت کی دلیل ٹھہرا رہے ہیں تو اس سے زیادہ کسی قربانی کا مقصد کیا ہو سکتا ہے۔ مگر افسوس! ایک اعتبار سے ہم بدقسمت بھی ہیں کہ ہم نے اس کی کوئی قدر نہیں کی، اس میں کیا شک ہے کہ یزیدی فوج کی آنکھیں حرص و ہوس نے بند کر رکھی تھیں اور اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی کہ جس نبی اکرم واُکرم واعظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں، اسی کے نور، اسی کی شبیہ، اسی کی جان پر تیغ و خنجر کے وار کر رہے ہیں۔

ایک طرف ایمان ہے، دوسری طرف کفر،
ایک طرف کلمہ ہے دوسری طرف الحاد
ایک طرف جنت ہے دوسری طرف دوزخ

یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی وہ امام پاک اور ان کے ساتھیوں کو تہ تیغ کرنا چاہتے ہیں اور پھر کر بھی دیا تو یقیناً انھوں نے گھاٹے کا سودا کیا اور اس کا انجام سواد وجہان کی لعنت و رسوائی کے کیا ہو سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کربلا ایک آئینہ ہے، جس میں ہم بڑی آسانی سے اپنا افکار و کردار کی شکل بھی دیکھ سکتے ہیں۔ مثلاً ہم اگر اسلام کی حفاظت کیلئے تن، من، دھن کی قربانی کے سچ مچ تیار ہیں تو حضور سیدنا امام پاک علیہ السلام کے سچے غلام ہیں۔

سنیئے قرآن پاک کی وعید

"ان الذین یحبون ان تشیع الفا حشۃ فی الذین امنو الھم عذاب الیم فی ا لد نیا والاخرۃ ط واللہ یعلم وانتم لا تعلمو ن o (النور......۱۸)

ترجمہ: بے شک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ پھیلے بےحیائی ان لوگوں میں جو ایمان لائے ہیں (تو) ان کیلئے

دردناک عذاب ہے، دنیا اور آخرت میں، اور اللہ تعالیٰ (حقیقت کو) جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو۔ (ضیاالقرآن)

کوئی اسے بھی لگام دے

یہ ہے جسٹس (ر) جاوید اقبال، حضرت علامہ محمد اقبال علیہ الرحمۃ کا ناخلف بیٹا۔ اگر کوئی شخص باپ اور بیٹے کے افکار میں مکمل تضاد کی مثال دیکھنا چاہے تو حضرت اقبال اور ان کے اس بدبخت بیٹے کو دیکھ لے جس کے نام پر انہوں نے جاوید نامہ اور کئی دوسری نظمیں بھی لکھیں۔ مگر افسوس ہے اس نے کوئی سبق نہیں سیکھا۔ اس کے افکار کا جائزہ لیا جائے تو یوں لگتا ہے جیسے باپ اگر حکیم الامت ہے تو یہ سقیم الامت ہے۔ قرآن پاک اور مذہب کے بارے میں اس کی تازہ ترین ہرزہ سرائی دیکھنا ہو تو ۲۶ جنوری ۲۰۰۳ء کا ''خبریں'' اور ۲۷ جنوری کا ''جنگ'' دیکھ لیں۔

پہلے یہ خبریں ملاحظہ فرمایئے، پھر ہم نے روزنامہ خبریں کے چیف ایڈیٹر ضیاء شاہد کو اور پروفیسر محبوب عارف صاحب نے روزنامہ نوائے وقت کے چیف ایڈیٹر جناب مجید نظامی کو جو خطوط لکھے ہیں، انھیں بھی پڑھ لیجئے۔ اور اگر خدانخواستہ دین کو ہی اپنی نفسانی خواہشات پر قربان کرنے کیلئے تلے ہوئے ہیں تو گویا اپنے دور کے ہم بھی شمر و خولی وغیرہ ہیں۔ ہمارے حکمرانوں کو بھی فیصلہ کر لینا چاہیے وہ یزید کی روش پر چلنا چاہتے ہیں یا نواسہ رسول علیٰ جدہٖ علیہ السلام کے طرزِ عمل کو چشم بصیرت کا سرمہ بناتے ہیں۔ وہ حکومت جسے بچانے کیلئے کیا کیا ہتھکنڈے استعمال نہیں ہوتے، بہرحال عارضی ہے اور ناپائیدار۔ اس میں شہنشاہ کرب و بلا کا منشور سامنے رکھا جائے اور کتاب و سنت کی روشنی میں چلایا جائے تو یہ جنت و مغفرت کا راستہ ہے۔ اگر خدانخواستہ ''یزیدیت'' کو ہی دستورِ حکومت بنایا جائے تو بھی اس کا انجام ظاہر ہے۔

دس محرم کو ہمارے حکمران ہمیشہ یہی پیغام دیتے آئے ہیں کہ اس عظیم قربانی کی قدر کرنا چاہئے مگر افسوس خود سب سے زیادہ ناقدری کرتے ہیں۔ پاکستان بنایا گیا تو کیا نعرے پر، کس مقصد کے حصول کیلئے، اب یہاں کیا ہو رہا ہے۔ حضرت قائداعظم علیہ الرحمۃ دوٹوک انداز میں دوقومی نظریہ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ ہندو اور مسلم دو قومیں ہیں اس لئے کہ ہمارے عقائد جدا، ہمارے تمدن جدا اور ہماری تہذیبیں جدا۔ مگر اب پاکستان میں اسی ہندی مشرکانہ تہذیب کو روج نہیں دیا جا رہا اور بلاشبہ کیا اس کی ذمہ داری موجودہ حکومت پر عائد نہیں ہوتی۔ ہر شہر میں جا بجا عریانی آموز مرد و عورت کی تصویریں، ذرائع ابلاغ خصوصاً ٹی۔وی پر مخرب اخلاق فلمیں، حیا باختہ عورتوں کی ٹیمیں'، اخبارات میں عریانی و فحاشی کی اشاعت، یہ کس کی ذمہ داری ہے۔ چند روز بادشاہ بن کر ہمیشہ کیلئے طوقِ لعنت کا مستحق ہونا سب سے بڑی حماقت ہے۔

روزنامہ **خبریں** لاہور

جلد 12	پیر 22 ذیقعد 1423ھ 26 جنوری 2003ء، 13 ماگھ 2059 ب صفحات 44 قیمت 10 روپے	نمبر 107

سود پر اجتہاد کی گنجائش نہیں تو قرآنی احکام چھوڑنا ہوں گے: ڈاکٹر جاوید اقبال

پاکستان کو معاشی طور پر مضبوط بنانے کیلئے قرضے لینا ضروری ہیں، سود حرام کہیں گے تو معاشی ترقی کیسے کریں گے: سابق جسٹس کا خطاب

جاوید اقبال بھی اپنے والد کی طرح بڑے آدمی ہیں، حکومت ایم اے جناح ہاؤس خرید کر محفوظ کرے، مولانا ظفر علی خان کا مزار تعمیر، انکے اخبار کی عمارت واگزار کرائے: ضیاء شاہد

میری دعا تھی کہ جاوید اقبال اپنے والد جیسے نکلیں انہوں نے خود کلامی کے ذریعے اپنا سب دکھ کھول کر نوجوان نسل کے سامنے رکھ دیا: معراج خالد

جاوید اقبال نے کبھی اسٹیبلشمنٹ کا سہارا نہیں لیا عارف نظامی، انہوں نے اپنے گریبان مین جھانکنے کی جرات دکھائی: مہناز رفیع، ''گریبان چاک'' کی تقریب رونمائی میں تقریریں

لاہور (سٹاف رپورٹر سے) جسٹس (ر) جاوید اقبال نے کہا ہے کہ پاکستان کو معاشی طور پر مضبوط بنانے کیلئے بینکوں سے قرضے لینے ضروری ہیں۔ اپنی کتاب ''گریبان چاک'' کی تقریب رونمائی سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ جب ہم یہ کہیں کہ ربا یعنی سود تو حرام ہے تو معاشی ترقی کیسے کر سکیں گے۔ لہٰذا اس مسئلے پر قرآنی احکام کے سلسلے میں اجتہاد کرنے کی گنجائش نکالنی ہوگی۔ اگر ایسا ممکن نہیں تو قرآنی احکام کو چھوڑنا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ جنوبی ایشیا میں یکے بعد دیگر 5 شخصیات شاہ ولی اللہ، جمال الدین افغانی، سرسید احمد خان، علامہ اقبال

اور قائداعظم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک رحمت بن کر آئے جنہوں نے ہمارا جغرافیہ بدل کر رکھ دیا۔ آج یہ سلسلہ بند ہو گیا آخر کیوں، یہ معاملہ توجہ طلب ہے۔ آج کہا جاتا ہے کہ سود کو حرام قرار دے دیا جائے۔ اس کو حرام قرار دے کر ملکی نظام کسے چلائیں گے۔ وقت کے تقاضوں کے مطابق چلنا ہوگا۔ اس کیلئے مذہب کچھ وقت کیلئے ایک طرف رکھتے ہوئے اجتہاد کے ذریعہ آگے بڑھنا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں ایسا نظام جمہوریت آنا چاہیے جس سے ہماری عوام سیاستدان اور پاک فوج بھی پوری طرح آشنا ہو۔ انہوں نے کہا کہ منصوبہ بندی اور کثرت ازدواج پر پابندی لگا دینا چاہیے اور جب تک غربت، بیروزگاری اور افلاس کا خاتمہ نہیں کیا جاتا اس وقت تک مسائل حل نہیں ہوں گے۔ روزنامہ خبریں و نیا اخبار کے چیف ایڈیٹر ضیا شاہد نے تقریب سے بطور مہمان خصوصی خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حکومت لندن میں موجود ایم اے جناح ہاؤس کو فوری طور پر خرید کر قومی یادگار کے طور پر محفوظ کرنے کے انتظامات کرے اور بابائے صحافت مولانا ظفر علی خان کے مزار کی تعمیر اور ان کے اخبار ''زمیندار'' کی عمارت کو واگزار کروا کر تاریخی اور قومی یادگار کے طور پر محفوظ کرنے کے اقدامات کرے تاکہ نئی نسل اپنے اسلاف اور بزرگوں کی نظریاتی اساس کے بارے آگاہی حاصل کر سکے۔ انہوں نے کہا کہ علامہ اقبال ہمارے لئے انتہائی قابل عزت اور محترم مقام رکھتے ہیں مگر جاوید اقبال کی کتاب پڑھ کر اندازہ ہوا کہ جاوید اقبال بھی اپنے والد محترم کی طرح آج کے دور کے ایک بڑے آدمی ہیں۔ انہوں نے جس طرح یہ کتاب لکھ کر نوجوان نسل کی نظریاتی اور فکری رہنمائی کی ہے آنے والی نسلوں پر احسان عظیم ہے۔ میری خواہش ہوگی کہ آپ کی کتاب میں اپنے بچوں کو بھی پڑھاؤں اور انہیں بتاؤں کہ علامہ اس قسم کے نوجوان چاہتے تھے۔ چیف ایڈیٹر ''خبریں'' نے مزید کہا کہ جو صاحب ایم اے جناح ہاؤس بیچنا چاہتے ہیں وہ اس کی قیمت 10 کروڑ لینے پر بضد ہیں جبکہ پاکستانی سفارتخانے نے اس کی قیمت 3 کروڑ روپے لگائی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ نظریاتی میراث کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ انہوں نے کہا کہ مسلم لیگ (قائداعظم) کی قیادت اور حکومت تو قائداعظم کی سوچ اور نظریات کی وارث ہونے کی دعویدار ہے اس کو چاہئے کہ فوری طور پر لندن میں موجود ایم اے جناح ہاؤس کو خرید کر قومی یادگار کے طور پر محفوظ کرنے کے انتظامات کرے۔ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے سابق وزیراعظم ملک معراج خالد نے کہا کہ عرصہ دراز سے شاعر مشرق علامہ اقبال کو پڑھ رہا ہوں۔ میری دعا تھی کہ ان کا بیٹا بھی اپنے باپ کی طرح نکلے اور کوئی بڑا کام کرے۔ جاوید اقبال کی یہ کتاب پڑھ کر اندازہ ہوا ہے کہ وہ بھی اپنے باپ کی طرح ایک بڑے آدمی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جاوید اقبال نے اپنی کتاب میں خود کلامی کے حوالے سے ایک باب میں خود کلامی کے ذریعے اپنا سب کچھ کھول کر نوجوان نسل کے سامنے رکھ دیا ہے۔ یہ کتاب ایک خزانہ ثابت ہوگی۔ تقریب سے خطاب کے دوران ممتاز دانشور اشفاق احمد نے کہا کہ جاوید نے انتہائی خوبصورتی کے ساتھ اپنی داستان حیات لکھی ہے۔ ممتاز صحافی عارف نظامی نے کہا کہ باوردی صدر مشرف کو سوچنا چاہئے کہ ان کی موجودگی میں امریکی سفیر نے ہمارے منہ پر طمانچہ مارا ہے، اس بات کا نوٹس لیا جانا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ مولانا محمد حسین مدنی جن کے وارث آج صوبہ سرحد میں حکمران ہیں ان کو 50 کے قریب سیٹیں بھی مل گئی ہیں مگر آج وہ بھی کہتے ہیں کہ ہم پاکستان بنانے کی غلطی میں شامل نہیں تھے۔ انہوں نے کہا کہ جاوید اقبال ایسے سیاست دان ہیں جنہوں نے سیاست سمیت کبھی کسی میدان میں اسٹیبلشمنٹ کا سہارا نہیں لیا، بیگم مہناز رفیع نے کہا کہ دوسروں کے گریبان میں جھانکنے کی تو ہم کو بہت عادت ہے مگر جاوید اقبال نے اپنے گریبان میں جھانک کر جس جرات اور حوصلہ کا مظاہرہ کیا ہے ایسی مثالیں کم ہی ملتی ہیں۔ تقریب سے بشریٰ رحمٰن ایم این اے ڈاکٹر رفیق احمد، شاہد رشید اور دوسرے شرکاء نے بھی خطاب کیا۔

روزنامہ **جنگ** لاہور

جلد 24	پیر 23 ذیقعد 1423ھ 27 جنوری 2003ء 13 ماگھ 2059 ب	نمبر 107

نمازی پرہیزگار کبھی نہیں رہا کفر ایمان کی سیڑھیاں چڑھتا اترتا رہا جسٹس (ر) جاوید اقبال

ڈرنکنگ کی اور لڑکیوں سے دوستیاں کیں مجھے قرآن پاک اور نمازیں پڑھانے والا مولوی میرے ساتھ ہیرا منڈی گانے بھی سنتا رہا

من چاہی رفیق حیات ملنے پر دوستوں کے واقعات الفاظ کی طرح مٹا دینے چاہئیں ناصرہ مثالی بیوی اور ایک ماڈرن خاتون ہے

فرزند اقبال ہونے کا ہمیشہ پرابلم رہا میں بڑے درخت کے نیچے چھوٹا پودا ہوں، اپنی سوانح حیات کے حوالے سے جنگ سے گفتگو

لاہور (ریاض شاکر سے) شاعر مشرق علامہ اقبال کے صاحبزادے سابق چیف جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال نے کہا ہے کہ جب میری پیدائش ہوئی تو علامہ اقبال کی عمر 50 سال تھی اس طرح ان سے مجھے ایک باپ نہیں بلکہ ایک دادا کا پیار ملا، بطور باپ علامہ اقبال ڈسپلن کے بڑے سخت تھے علامہ اقبال کا بیٹا ہونے کی وجہ سے میری اپنی کوئی حیثیت تسلیم نہیں کی جاتی مجھے فرزند اقبال کے طور پر ہی کہا جاتا ہے۔ فرزند اقبال ہونے کے ناطے مجھے ہمیشہ پرابلم رہا، میں نے ہمیشہ محسوس کیا کہ میں ایک بڑے درخت کے نیچے چھوٹا سا پودا ہوں اور میری خواہش ہی رہی کہ میں اپنی روشنی لوں۔ اپنی سوانح حیات کے حوالہ سے جنگ کے ساتھ خصوصی انٹرویو میں ڈاکٹر جاوید اقبال نے کہا کہ اس کتاب میں میں نے اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو

سچائی سے بیان کیا ہے اور کسی مبالغہ آرائی یا جھوٹ سے کام نہیں لیا۔ علامہ کے نظم وضبط کے تحت ہونے سے میرے اندر کوئی خامی پیدا نہیں ہوئی تب زمانے کی قدریں مختلف تھیں اولاد باپ کا کہا مانتی تھی اب ایسا نہیں لیکن ایک بات ہے اور وہ یہ کہ میری ذاتی آزادی نہیں ہوئی، میں کبھی نمازی پرہیزگار اور پارسا نہیں رہا نہ اس کا دعویٰ کرتا ہوں مجھے جو مولوی قرآن پاک پڑھاتا اور پانچویں وقت کی نماز پڑھاتا تھا وہ میرے ساتھ ہیرا منڈی جاکر گانے بھی سنتا تھا، ایک عام آدمی ہوں کفر وایمان کی سیڑھیاں اترتا چڑھتا رہا ہوں کفر کیا ہے اور ایمان کیا ہے اس میں میں آج تک تمیز نہیں کرسکا۔ میرا نقطہ نظر ہے کہ ڈسپلن ایک حد تک ہونا چاہیے، دوسرے کی شخصیت پر کنٹرول کرنے سے وہ مفلوج ہو جاتا ہے، دماغوں پر لوہے کی ٹوپی نہیں پہنانی چاہیے۔ ڈاکٹر جاوید اقبال نے اپنی زندگی کے حوالہ سے کہا کہ میں نے طوفانی اور بے راہ روی کی زندگی گزاری، ڈرنگ، سموکنگ اور لڑکیوں سے دوستیاں کیں جو شخص گناہ سے تجربہ حاصل کرکے زندگی بناتا ہے وہ باوقوف ہوتا ہے، کیونکہ ہم کو قدم قدم پر گناہوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ میں علامہ اقبال کی طرح حسن پرست نہیں ہوں، شاعر کا حسن پرست ہونا مختلف ہے علامہ اقبال شاعر تھے اور مجھے سے کوئی شغف نہیں ہے۔ میرا نکتہ نظر ہے کہ جب تک انسان کی ایسی زندگی ہو اسے دوستیاں رکھنی چاہئیں اور جب من چاہا رفیق حیات مل جائے تو ماضی کے دوستیوں کے واقعات کو سلیٹ پر لکھے الفاظ کی طرح مٹا دینا چاہیے، ناصرہ سے شادی کے بعد میں نے کسی سے دوستی نہیں کی میری دوستیاں زیادہ تر برطانیہ میں رہیں، میرا خیال ہے کہ سرد ملکوں کے پھولوں میں خوشبو نہیں ہوتی میری خواہش تھی کہ اپنے ہی ملک کی مٹی کا پھول میری شریک حیات بنے ناصرہ میری مثالی بیوی ہے وہ ایک ماڈرن مسلم خاتون ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنی سوانح حیات میں علامہ اقبال کی ایک ایسی تصویر شائع کی ہے جس میں علامہ ہنس رہے ہیں، اس تصویر کے بارے میں علامہ نے اپنی زندگی میں منع کیا تھا کہ یہ تصویر شائع نہ کی جائے مگر میں نے کتاب میں اس تصویر کو شائع کیا ہے، اس کے علاوہ کتاب میں اور بہت نادر تصاویر ہیں، علامہ اقبال کی بطور باپ اور بطور شاعر ومفکر پاکستان زندگی کے پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"مجاھد" ملت جناب ضیا شاھد صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ!

چند ماہ پہلے میں نے آپ کی خدمت میں ایک منہ پھٹ کالم نگار کے بارے شکایت کی تھی اور عرض کیا تھا کہ خبریں جیسے اسلام دوست اخبار میں اس قسم کے دلآزار مضامین لکھنے والوں کے لیے کوئی جگہ نہیں ہونی چاہیے۔ آپ نے اس عاجز کی گذارش قبول فرمائی یا اپنی ہی بصیرت سے فیصلہ کیا، بہر حال شکایت دور ہوگئی۔ رب اکرم اپنے حبیب اکرم ﷺ کے طفیل آپ کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے۔

آپ نے مظلوم انسانوں کی حمائت میں جو جہاد شروع کیا ہے، وہ بھی ایک عظیم اور قابل تقلید سعادت ہے جو آپ کے حصے میں آئی ہے۔ مبارک ہو۔ رب تعالیٰ اسے بھی قبول فرمائے۔

لیکن میرے بھائی! اس دنیا میں شائد سب سے زیادہ مظلوم اسلام ہے۔ اس پر اپنے بھی ظلم کررہے ہیں اور پرائے بھی۔ کسی نے سچ کہا ہے

"من کان باکیا فلیبک علی الاسلام"

ترجمہ: جسے رونا ہو، اسلام پر روئے

اور اس کی مظلومی کا ایک ثبوت آج ۲۶ جنوری کا اپنا اخبار (خبریں) ہی دیکھ لیں۔ ڈاکٹر جاوید اقبال کا بیان کتنا خطرناک اور افسوسناک ہے۔ حقیقت ہے کہ حکیم الامت حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ناہنجار فرزند اپنے عظیم باپ کے بالکل برعکس ہے۔ انہیں قرآن، صاحب قرآن ﷺ اور اسلام سے عشق تھا، اتنی ہی اسے ان سے نفرت ہے۔ سالہاسال سے اس کے باغیانہ ملحدانہ خیالات کی نشرواشاعت کا سلسلہ جاری ہے۔ کبھی بکتا ہے کہ تاریخ اسلام کا کوئی دور زریں نہیں رہا۔ کبھی خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی شان میں ہرزہ سرائی کرتا ہے۔ آج کی رپورٹ کے مطابق سود کے بارے میں اس نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے، وہ بھی کسی ملحد ومرتد کے نظریات واہیہ ہی ہو سکتے ہیں۔ کلمہ پڑھنے والا شخص اس قسم کی شیطانی جسارت نہیں کرسکتا اور تو اور اس بدنصیب کو یہ بھی علم نہیں ہے کہ کتاب وسنت کے کسی بھی واضح حکم کے ہوتے ہوئے اجتہاد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کتنا احمقانہ اظہار بیان ہے یہ کہ مذہب کو کچھ وقت کے لیے ایک طرف رکھتے ہوئے اجتہاد کے ذریعے آگے بڑھنا ہوگا۔ افسوس اس نالائق کو یہ بھی علم نہیں ہے کہ اگر مذہب ہی کو ایک طرف رکھ دیا جائے تو اجتہاد کہاں رہے گا۔ اجتہاد خود مذہب کی ایک اصطلاح ہے، اس کا بدل نہیں۔

اس سلسلے میں معراج خالد اور دوسرے مقررین کی خرافات بھی افسوسناک ہے۔ مگر سب سے زیادہ گلہ آپ کی ذات سے ہے۔ کیونکہ معراج خالد اور مہناز رفیع کا فکری حدود اربعہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ ہاں، آپ سے توقع تھی مگر افسوس آپ نے بھی حمیت اسلامی سے بے نیاز ہو کر اسے اس کے والد ماجد کی طرح عظیم کہہ دیا حالانکہ حضرت اقبال اور ان کے ناخلف بیٹے کے خیالات میں بعد المشرقین ہے اور حکیم الامت کا اپنے نابنجار بیٹے کے ساتھ اسی نوع کا تعلق ہے جو اللہ کے پاک پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کا اپنے کافر بیٹے کنعان سے تھا۔ کون نہیں جانتا اسی نام نہاد "جاوید" کی بیوی جج اور وکیل رہ چکی ہے، کیا یہ حضرت اقبال کی تعلیمات کے مطابق ہے، نہیں ہر گز نہیں، وہ تو پردے کی پابندی کے سختی سے قائل تھے۔

لہٰذا یہ شخص کسی اعزاز و اکرام کا مستحق نہیں کیونکہ اس کے نظریات اس کے والد ماجد کے نظریات کے خلاف ہیں اور ملحدانہ اور باغیانہ ہیں۔ حضرت اقبال کے نزدیک

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو　　　　پھر پسر لائق میراث پدر کیوں کر ہو

حضرت اقبال کے نزدیک　　　　گر تو می خواہی مسلمان زیستن　　　　نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

ترجمہ: اگر تو مسلمان کی حیثیت سے جینا چاہتا ہے تو قرآن چھوڑ کر نا ممکن ہے

در جہاں وابستہ، دینش حیات　　　　نیست ممکن جز بآئینش حیات

ترجمہ:　　دنیا میں زندگی حضور ﷺ کے دین متین سے وابستہ ہے۔ آپ کے آئین کے سوا زندگی ممکن ہی نہیں

اجتہاد اندر زمان انحطاط　　　　قوم را برہم ہمی پیچد بساط

ترجمہ:　　زوال ملت کے زمانے میں جو اجتہاد کیا جائے وہ قوم کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتا ہے

ضیاء صاحب اقبال کی بات سنیئے:۔　　گو فکر خداداد سے روشن ہے زمانہ　　　　آزادیء افکار ہے ابلیس کی ایجاد

خادم دربار علی پور سیداں شریف

پروفیسر محمد حسین آسی

☆☆☆☆☆☆

مکرم و محترم جناب مجید نظامی صاحب دامت اقبالہ

السلام علیکم!

امید ہے کہ آپ خیریت سے ہونگے "نوائے وقت" کا دیرینہ قاری ہوں۔ اسلام اور نظریہ پاکستان کے حوالے سے نوائے وقت کا مجاہدانہ کردار اس دور خزاں میں مرے جیسے لوگوں کیلئے امید اور حوصلہ کا باعث ہے۔ اسلام اور پاکستان کے ساتھ ملت اسلامیہ کے عظیم فرزند "محترم حمید نظامی مرحوم" اور ان کے بعد آپ کی بے مثال اور سچی وابستگی ایک بہت بڑی حقیقت ہے۔ اس بات پر آپ مبارک باد کے مستحق ہیں کہ اپنے عظیم بھائی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آپ نے ہر موقع پر قوم کی ذہنی اور فکری رہنمائی کی ہے۔ اسلام اور پاکستان کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کا جس مجاہدانہ انداز میں آپ نے مقابلہ کیا ہے وہ آپ کا ہی حصہ ہے۔ نہ صرف نعرے کی حد تک بلکہ عملی طور پر بھی آپ نے ہمیشہ "جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق" بلند کیا ہے۔

مگر ایک بات میرے دل میں خلش کی طرح ہے کہ اسلام پاکستان حضرت قائد اعظمؒ اور حضرت اقبالؒ کے سپاہی "جناب مجید نظامی" نے ڈاکٹر جاوید اقبال کی ہمیشہ سرپرستی کی ہے۔ جبکہ ڈاکٹر موصوف نے اکثر مواقع پر اپنے نہایت خطرناک اور حضرت اقبال کے بالکل برعکس نظریات کا برملا اظہار کیا ہے۔ جس شخص نے اسلام اور پاکستان کے سلسلے میں نظریاتی وابستگی پر کبھی سمجھوتہ نہیں کیا، ڈاکٹر جاوید اقبال جیسے شخص کی طرف سے بسا اوقات ایسے غلط نظریات کے اظہار پر اس شخص کی خاموشی سمجھ سے بالاتر ہے۔

اس ساری تمہید کا اصل مقصد 26 جنوری 2003 کے روزنامہ "خبریں" میں ڈاکٹر جاوید اقبال کی کتاب کی تقریب رونمائی کے سلسلہ میں چھپنے والے اس کے بیان کے حوالے سے آپ کی خدمت میں چند گزارشات پیش کرنی ہیں، اس بیان میں حضرت اقبالؒ جیسے عظیم باپ کے اس "چھوٹے بیٹے" نے قرآن پاک اور اسلام کا مذاق اڑایا اور اسلامی تصورات کو مسخ

کرنے کی کوشش کی ہے۔سود کے بارے میں قرآن حکیم نے فیصلہ کن انداز میں فرمایا ہے۔

''اے ایمان والو اللہ سے ڈر جاؤ، سود کے بقایا جات چھوڑ دو اگر تم فی الواقع مومن ہو ایسا نہ کرو گے تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ''

گویا قرآن حکیم نے سود کو مطلقاً حرام قرار دے کر اس سے اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ جنگ قرار دیا ہے۔حضرت سرکار رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''سود کے ستر حصے ہیں۔ان میں سب سے کمتر حصہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے'' (ابن ماجہ بحوالہ مشکوۃ شریف)

غور فرمائیں جہاں قرآن وحدیث کے اتنے صریح اور واضح احکام موجود ہوں، وہاں اجتہاد کیا؟

ایک قطعی حرام چیز کیلئے جواز کی راہیں تلاش کرنا اجتہاد نہیں بلکہ دین میں تحریف ہے۔ملکی اور بین الاقوامی نظام معیشت کے مناظر میں حرمت سود اللہ کے فضل سے تفصیلاً اور مدلل گفتگو کی جاسکتی ہے۔مگر یہاں مقصود کچھ اور ہے، ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر جاوید اقبال کے فقرے پڑھیئے۔

'' جب ہم یہ کہیں کہ سود تو حرام ہے تو معاشی ترقی کیلئے کر سکیں گے۔لہذا اس سلسلے میں اجتہاد کرنے گنجائش نکالنی ہوگی۔اگر ایسا ممکن نہیں تو قرآنی احکام کو چھوڑنا ہوگا''

اور مزید کہ ''وقت کے تقاضوں کے مطابق چلنا ہو تو اس کیلئے مذہب کچھ وقت کیلئے ایک طرف رکھتے ہوئے اجتہاد کے ذریعے آگے بڑھنا ہوگا''

محترم نظامی صاحب یہ ایک خیال ہے ذرا غور فرمائیں فرزند اقبال کے منہ سے یہ باتیں کیسی لگی ہیں؟ حضرت اقبال کتنے آسودہ ہوں گے۔

بعد معذرت آپ سے صرف یہ گلہ ہے کہ آپ نے ہمیشہ اس شخص کی سرپرستی کی ہے۔مگر خدارا انہیں احساس دلائیں کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں، اس سے پوچھیں کہ یہ قرآنی احکام کو چھوڑ کر کن احکام پر عمل کریں، اس کو سمجھایئے کہ مذہب کو ایک طرف رکھ کر اجتہاد کا کیا تصور رہ جاتا ہے۔27 جنوری 2003 کے روزنامہ ''جنگ'' میں ڈاکٹر جاوید اقبال کا ایک انٹرویو شائع ہوا ہے۔ اس کی ایک کاپی بھی ارسال کر رہا ہوں اس کے مندرجات پڑھیئے اور دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیے کہ یہ کتنے زہریلے افکار ہیں۔

''کفر کیا ہے اور ایمان کیا ہے۔آج تک اس میں تمیز نہیں کر سکا''

''میں نے طوفانی اور بے راہ روی کی زندگی گزاری۔ڈرنکنگ سموکنگ اور لڑکیوں سے دوستیاں کیں''

''میری زیادہ دوستیاں برطانیہ میں رہیں''

''میں ہیرا منڈی جا کر گانے سنتا تھا''

محترم مجید نظامی صاحب آپ تو بڑی تفصیل سے حضرت علامہ کی زندگی کے بارے میں جانتے ہیں خدارا اس شخص کو بھی بتائیں کہ حضرت اقبال نے اسلام کو کیسا سمجھا تھا۔میں پورے وثوق سے عرض کرتا ہوں کہ دور جدید میں اسلام کو اس کی صحیح روح کے ساتھ جس انداز میں علامہ نے سمجھا اس کی مثال بہت کم ہے ملتی ہے۔

ڈاکٹر جاوید اقبال کو حضرت علامہ کا یہ شعر ضرور پڑھ کر سنائیں۔

زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی ے نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آداب سحر خیزی

کہاں لندن میں حضرت علامہ کی شب بیداری اور سحر خیزی اور کہاں برطانیہ میں لڑکیوں سے دوستی کے دعویٰ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ غور فرمائیں اپنے اعمال کی اس انداز میں تشہیر کسی سمجھدار، باشعور اور عزت مند فرد کو زیب دیتی ہے۔حمید نظامی مرحوم کے بھائی اور قائد و اقبال کے سپاہی ہیں جیسے لوگوں کو یہ توقع ہے کہ قوم کی ذہنی اور فکری رہنمائی کا مقدس فریضہ سرانجام دیتے ہوئے حالات کی نزاکت کا خیال رکھیں۔اور ڈاکٹر جاوید اقبال پر سخت انداز میں گرفت فرمائیں۔اسے بتائیں کہ ''نوجوان نسل جو پہلے ہی بے راہ روی کا شکار ہے اس قسم کے بیانات سے کیا تاثر لے گی۔

والسلام

پروفیسر محبوب عارف

شعبہ انگلش گورنمنٹ مرے کالج سیالکوٹ

اتحاد ملت کی ضرورت وصورت (۳)

پروفیسر محمد حسین آسی

دو بنیادی عقیدے: اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام کے سب سے زیادہ بنیادی عقیدے دو ہیں باقی سب ان کے بعد ہیں۔

۱۔ عقیدۂ توحید ۲۔ عقیدۂ رسالت

عقیدۂ توحید اس لئے سب سے پہلے نمبر پر ہے کہ اس کا تعلق اپنے خالق و مالکِ حقیقی کی پہچان سے ہے اور بلاشبہ یہ بات سب سے زیادہ ضروری ہے کہ بندے کو اپنے پیدا کرنے والے کی پہچان آجائے۔ عقیدۂ رسالت کی اہمیت اس لئے ہے کہ اس کے عرفان پر عقیدۂ توحید بلکہ سب عقائد واعمال کے عرفان کا دارومدار ہے۔ یہ بالکل واضح ہے کہ اگر رسالت سے وابستگی نہیں تو عقیدۂ توحید جو سب سے پہلے، سب سے ضروری اور سب سے بڑا مقصود ہے، کی سمجھ بھی نہیں آسکتی۔ جو لوگ توحید تک پہنچتے ہیں ''رسالت'' کے ذریعے ہی پہنچتے ہیں اور جن لوگوں نے ''توحید'' کا عقیدہ اختیار کیا، رسول کو رسول مان کر اختیار کیا۔ وہ بدنصیب جو ''رسول'' کے عرفان سے محروم رہے، شرک وکفر ہی میں الجھے رہے۔ سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک خدا مانا تو کب؟ ظاہر ہے حضور ﷺ کو رسول ماننے کے بعد اور ابوجہل منکر تھا۔ مدینہ منورہ کے منافقین نے رسول کو بظاہر مانا، دل سے نہیں تو توحید بھی ان کی زبان تک ہی رہی، دل نورِ توحید سے خالی تھا اور بظاہر شریعت کے احکام پر عمل کرنے کے باوجود خالی رہا۔ ہاں ہاں اعمال سے اعمال کی تلافی تو ہوسکتی ہے، عقائد کی نہیں۔ اب بھی اگر کوئی شخص رسالت کا وسیلہ چھوڑ کر توحید کی بات کرتا ہے، یا اسے سمجھنے سمجھانے کی کوشش کرتا ہے تو ظاہر ہے اس کا توحید یا ایمان سے کوئی تعلق نہیں۔ سکھوں کو دیکھئے وہ ایک خدا ہی مانتے ہیں، کئی ہندو، کئی یہودی، کئی عیسائی بھی ایک ہی خدا کے قائل ہیں، مگر اس کے باوجود وہ مسلمان نہیں کہلاتے اور بظاہر کلمہ توحید پڑھ کر بھی بلکہ عبادات وصدقات وخیرات سے آراستہ ہو کر بھی دل سے وسیلہ رسالت کا قائل نہیں تو وہ بھی منافق ہی ہے، (یعنی کافر کی سب سے خطرناک قسم) مومن ہرگز نہیں۔ اگر نبوت اور رسالت کے بغیر بھی خدا کا عرفان ممکن ہوتا تو نبی ورسول پر ایمان لانا کیوں ضروری ہوتا بلکہ نبوت ورسالت کا سلسلہ ہی کیوں جاری کیا جاتا۔ ہر دور میں خدا کو نبی ورسول کے ذریعے ہی پہچانا گیا، اور ہر زمانے میں جو جتنا نبی ورسول علیہ السلام کے قریب ہوا، اتنا ہی خدا کا مقرب ٹھہرا۔ قوموں پر عذاب پر عذاب کیوں آیا، شرک وکفر اور فسق وفجور میں الجھی ہوئی قوموں کو سمجھانے کیلئے اللہ کی طرف سے نبی اور رسول (علیہم السلام) تشریف لاتے رہے انہوں نے اپنے عمل سے، سیرت وکردار سے، معجزات وتصرفات سے بگڑی ہوئی قوموں کو توحید کا سبق دیا۔ حق یہ ہے کہ انھوں نے سمجھانے کا حق ادا کر دیا، کفار نے حق بالکل واضح ہونے کے باوجود جب ہٹ دھرمی اختیار کی تو قہر وغضب کی زد میں آگئے اور گوناگوں عذابوں میں گرفتار ہوئے، اور جو لوگ نبوت ورسالت کا دامن تھامے رہے وہ دونوں جہان کی کامیابی سے سرفراز ہوئے، انھیں نبی کے ذریعے ایمان بھی مل گیا عمل صالح کی توفیق بھی۔

ادب رسالت: قرآن پاک کو غور سے دیکھئے، انبیاء ومرسلین علیہم السلام کو جو دل سے مانتے تھے، ہمیشہ مودب رہے اور جنھوں نے انکار کیا، کافر ہی نہیں وہ گستاخ وبے ادب بھی تھے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ مومن بھی ہو اور نبی علیہ السلام کا بے ادب بھی ہو بلکہ ایمان کا اولین ثمرہ ہی ادب ہے اور ادب جتنا زیادہ ہوگا،

ایمان بھی اتنا ہی مضبوط و مکمل ہوگا۔ ایمان کے بعد ادب رسالت ہی کو مقصد بعثت قرار دیا گیا ہے۔ دیکھئے قرآن کا فیصلہ

انا ارسلنک شاھداً ومبشراً و نذیراً ٥لتومنوا با للہ ورسولہٖ و تعزروہ' و توقروہ ط و تسبحوہ' بکرۃً و اصیلاً ٥(الفتح......٩،٨)

ترجمہ: بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری اور ڈر سناتا تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو.......... (کنزالایمان)

محبت رسول علیہ السلام: ذرا تفصیل میں جائیں تو کتاب و سنت کی متعدد تصریحات کے مطابق ایمان اور محبت خدا اور رسول لازم و ملزوم ہیں۔ بلکہ جس طرح رسول کی اطاعت خدا کی اطاعت یونہی رسول کی محبت بھی خدا کی محبت ہے۔ جس طرح خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کو ایک دوسری سے الگ نہیں کر سکتے یونہی خدا اور رسول کی محبت بھی ایک دوسری سے جدا ہونے والی نہیں یوں سمجھئے اسلام حضور ﷺ کی اطاعت ہے تو ایمان آپ ﷺ کی محبت کا نام ہے۔ رہ گئی تعظیم رسول ﷺ تو وہ ایمان کی پہچان اور اسلام کی جان ہے۔ نبی ﷺ کی محبت نہیں تو ایمان نہیں اور نبی کا ادب نہیں تو سب عبادات بیکار۔ صرف یہی نہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت ہی ایمان کیلئے ضروری ہے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ یہ محبت تمام رشتہ داروں، دوستوں، عزیزوں بلکہ تمام انسانوں کی محبت سے زیادہ ہونی چاہئے ورنہ ایمان متحقق ہی نہیں ہوگا دیکھئے ارشادِ قرآنی

لا تجد قوماً یو منون با للہ والیوم الاخر یو آدون من حآد اللہ ورسولہ ولو

کا نوا ابآ ءَ ھم او ابنا ءَ ھم اواخوانھم او عشیر تھم ط (المجادلہ.........٢٢)

ترجمہ: تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔ (کنزالایمان)

حدیث پاک کی وضاحت پیش کی جاتی ہے۔

" لا یومن احد کم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین "...............(متفق علیہ)

ترجمہ: (حضرت انس رضی اللہ عنہ' سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا) تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے ماں، باپ، اولاد، بلکہ سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔

کس قدر دوٹوک انداز ہے کہ ایمان محبت کے بغیر محض دعویٰ ہے، اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

ادب اور بے ادبی کا نتیجہ: اب دیکھئے ادب کا فائدہ

ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ او لئک الذین امتحن

اللہ قلوبھم للتقویٰ ط لھم مغفرۃ واجر '' عظیم ٥(الحجرات.....٣)

ترجمہ: بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس، وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیز گاری کیلئے پرکھ لیا ہے، ان کیلئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ (کنزالایمان)

اور اسی کے اوپر کی آیت میں "بے ادبی" کا وبال بیان کیا گیا ہے۔ اسے بھی ملاحظہ فرمائیے!

یا ایھاالذین امنوا لا تر فعو اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ با لقول

کجھر بعضکم لبعضٍ ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون O (الحجرات......۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔ (کنزالایمان)

سب سے بڑا ظلم: محبتِ رسول اور ادبِ رسول (ﷺ) کی اہمیت آپ نے دیکھ لی۔ کتاب وسنت کی ان تصریحات کے باوجود یار لوگوں نے امتِ رسول ﷺ پر سب سے بڑا ظلم یہ کیا کہ اس کا رخ اسی محبت اور اسی ادب سے پھیرنے کی کوشش کی۔ خود محبت اور ادب سے خالی ہوئے اور دوسروں کو بھی خالی کرنے کیلئے دن رات ایک کر دیئے۔ ایمانداری سے سوچیے، کیا کتاب وسنت کی ان تصریحات کی روشنی میں حضور اکرم نورِ مجسم ﷺ کی محبت اور ادب ہی کو کسی کے ایمان واسلام کا معیار نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ یعنی پوری امت اچھی طرح سے یہ ذہن نشین کر لے کہ جس کے دل میں حضور پرنور ﷺ کی محبت سب محبتوں سے زیادہ نہیں وہ مومن نہیں اور جو حضور پرنور ﷺ کے ادب سے محروم ہے، اس کے تمام اعمال بے کار ہیں اور یہ بے ادبی اس کے مرتد ہونے کی دلیل ہے (کیونکہ اعمال کا ضائع ہونا اسی صورت میں متصور ہے، جب وہ دائرہ ایمان سے نکل جائے)۔

ہم ظاہر بین لوگ اگر یہ اندازہ لگانا چاہیں کہ مثلاً زید کو آپ کے والدِ ماجد سے محبت ہے یا نہیں تو اس کے اندازِ گفتگو ہی سے لگائیں گے۔ محبت اور یونہی ادب بھی تقریر یا تحریر سے معلوم ہو جاتا ہے، اسی طرح بغض اور بے ادبی کا اندازہ بھی کسی کی بول چال سے لگا سکتے ہیں۔ اگر کوئی شخص آپ کے باپ کے بارے میں استاد کے بارے میں یا پیر کے بارے میں گفتگو کر رہا ہو تو آپ کیلئے اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ گفتگو کرنے والا ان کا محب، خیر خواہ اور مودب ہے یا ان کا دشمن، بدخواہ اور بے ادب ہے۔ اگر یہ حقیقت آپ کے ذہن نشین ہوگئی تو پھر سوچیے حضور پرنور ﷺ کے بارے میں بھی محب و مبغض (بغض رکھنے والا) اور مودب و بے ادب کا پتا بھی آسانی سے چل سکتا ہے۔ اس موقع پر اگر آپ میں خلوص ہے اور اپنے نبی کریم ﷺ کے سچے غلام ہیں تو یقیناً آپ کسی کے طرز گفتگو سے اس کے مودب و بے ادب یعنی مومن ومنافق) ہونے کا پتا چلا سکتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کوئی مصلحت آڑے آجائے اور آپ اپنے ضمیر کے فتوے پر پردہ ڈالیں، ورنہ جب کسی کی بات چیت سے آپ اپنے والد کے بارے میں خیر خواہ یا بدخواہ ہونے کا اندازہ لگا سکتے ہیں تو اپنے نبی اکرم ﷺ کے دشمن یا گستاخ کو کیوں معلوم نہیں کر سکتے۔

توحید کا لیبل یہ ایک واضح حقیقت تھی مگر یار لوگوں نے ایک شاطرانہ اور مکارانہ چال سے اس کو چھپانا چاہا اور اپنی گستاخی اور بے ادبی پر "توحید" کا لیبل لگا دیا۔ اب مخالف کی ساری ہرزہ سرائی آپ کو معاذ اللہ اس لیے گوارا ہوگئی کہ وہ دراصل توحید کی حفاظت کے لیے کر رہا ہے۔ اور یوں آپ کے اندر یہ تصور مضبوط ہوتا گیا کہ توحید مضبوط کرنے کے لیے اللہ والوں کی خصوصاً حضور ﷺ کی بے ادبی ضروری ہے۔ مختصر یہ کہ جان بوجھ کر آپ نے اپنے دشمن کو بلکہ حضور پرنور ﷺ کے دشمن کو پہچاننا اور اس سے بچنا ضروری نہ سمجھا، بلکہ اس کی دشمنی، بے ادبی اور واہی تباہی خرافات کو توحید کا تقاضا جان کر خود بھی اس بدبختی میں اس کے شریک ہو گئے۔ ہاں ہاں آج تک جو کافر ہوا، وہ بھی نبی علیہ السلام کو نہ پہچاننے کی وجہ سے ہوا اور جو منافق ہوا وہ بھی اسی بنا پر۔ اگر ایک سچے مسلمان کی طرح آپ کا یہ عقیدہ بھی مضبوط ہوتا کہ نبی کی گستاخی اور بے ادبی بہر حال کفر ہے اور اس کا ارتکاب توحید کے نام پر کرنا شیطنت ہے۔ میں نے عرض کیا ہے

جو خدا کا ہے عدو ، کافر ہے وہ
جو نبی ﷺ کا ہے عدو ،شیطان ہے

یار لوگوں نے مسلمانوں کے دلوں سے محبت رسول ﷺ اور تعظیم رسول ﷺ نکالی اور اس کا نام توحید رکھا، پھر جو قوم زیر تربیت آئی تھی وہ فضائل رسول ﷺ کا

انکار کرتے کرتے یہاں تک پہنچ گئی کہ ادھر کسی نے حضور پرنور ﷺ کی فضیلت کسی بھی حدیث سے بیان کی، اس نے جھٹ نعرہ لگایا "ضعیف" حتیٰ کہ قرآن پاک کا نام لیے بغیر قرآن پاک کی بیان کی ہوئی کوئی فضیلت بھی بیان کر دی تو صاف انکار کر بیٹھے بلکہ قرآن پاک سے ثبوت لے کر بھی اسے قبول نہ کیا۔

جدید مصلحین یہ ہے وہ انداز تربیت جسے دور حاضر کے بعض بڑے بڑے نامور "مفکرین و مصلحین" نے عموماً اپنایا یعنی قوم کو توحید کے نام پر حضور پرنور ﷺ کی محبت اور تعظیم سے خالی کر دیا۔ زیر تربیت نوجوان یہی سمجھتے رہے کہ وہ اسلام کے پروانے اور توحید کے شیدائی ہیں، حالانکہ حضور ﷺ کی محبت، تعظیم اور غیرت سے خالی ہو کر وہ کچھ بھی نہیں رہے تھے ۔ ان کے دل اللہ کی محبت سے سرشار اور قرآنی انوار سے روشن ہونے کے برعکس ظلمت خانہ افکار بن چکے تھے ۔ ان "جیالوں" کا طرز فکر اور طرز ایمان پوری طرح مزید واضح کرنے کے چند تجربات و مشاہدات پیش کیے جاتے ہیں۔

ایک نوجوان سے گفتگو ۶۱-۱۹۶۰ میں، میں سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور میں زیر تعلیم تھا۔ ایک ہم جماعت تھے مختار صاحب گارڈن کالج راولپنڈی سے بی۔اے۔ کر کے آئے تھے۔ میرے ساتھ ان کا تعارف ہوا تو دو چار بار انہوں نے مولانا مودودی صاحب کی کتابیں پڑھنے کا مشورہ دیا۔ آخر میں نے ان سے عرض کیا کہ کتابیں پڑھ لوں گا مگر یاد رکھیں میرا ایک معیار ہے وہ پوچھنے لگے کیا معیار ہے؟ میں نے بتایا کہ کتاب چھ سات سو صفحات کی کیوں نہ ہو اور اس ساری کتاب میں ایک دو جملے بھی اللہ یا رسول اللہ ﷺ کی عظمت کے خلاف ہوں تو میں سمجھ لیتا ہوں کہ اس کا مصنف باغی ہے یا جاہل ہے۔ میں منتظر تھا کہ وہ میرے معیار کی تصدیق فرمائیں گے۔ مگر انہوں نے بڑا گھناؤنا جواب دیا "اسلام تو ایک نظام ہے، اس میں حضور کا مقام کوئی مرکزی حیثیت تو نہیں رکھتا" میں نے بڑی مشکل سے ضبط کیا، ہاں اتنا کہا کہ اقبال جن کا تم دن رات ورد کرتے ہو، ان کے نزدیک تو حضور ﷺ کا مقام ہی مرکزی ہے۔ فرماتے ہیں

یہی اسلام ہے میرا، یہی ایماں ہے میرا
تیرے نظارۂ رخسار سے حیراں ہونا

دیکھا آپ نے اسلام سے کتنی محبت ہے کہ آٹھوں پہر اس کی تبلیغ و اشاعت اور ملک میں اس کے نفاذ کے لیے بے چین رہنے والے، مقام نبوت سے کتنے باغی ہیں۔ انہوں نے جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ ہاں ہاں اسی معیار پر پرکھ لیا جائے ان کتابوں کو اور اگر معیار پر پورا اتریں تو دوستوں کو بھی اس کے مطالعے کی دعوت دیں، پھر انہوں نے خدائے پاک کا ذکر بھی نہیں کیا، اور یہ بھی نہیں کہا کہ ہاں خدائے پاک کے خلاف شان کوئی جملہ نہیں مل سکتا، جتنی بات انہوں نے ضروری سمجھی کہہ دی فرمایئے، ایسا شخص جو اسلام کا تو عاشق ہے مگر بانی اسلام ﷺ کے مقام کو اس کا مرکز یا دل نہیں سمجھتا تو نظام اسلام کے نفاذ کیلئے اس کی کوشش کا کیا اجر و ثواب ہو سکتا ہے۔

ایک مولوی صاحب یہ اسلامی جمعیت طلبہ کا مبلغ تھا۔ اب سنیے جمعیت علمائے اسلام کے ایک مولوی صاحب سے جو بات چیت ہوئی۔ تفصیل یہ ہے کہ ملازمت کے دوران گورنمنٹ پائلٹ سیکنڈری سکول سیالکوٹ سے میرا تبادلہ مئی ۱۹۶۳ میں گورنمنٹ ہائی سکول چک D.B./۷ا تحصیل منڈی یزمان ضلع بہاولپور میں ہو گیا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب سنی تھے اور عابد و زاہد بھی۔ ان سے پہلی ملاقات ہوئی تو میرا عقیدہ دریافت کرنے کے لیے انہوں نے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ بات لمبی ہو گئی تو سکول کے عربی استاد بھی آ گئے۔ میرے کسی جواب پر دخل اندازی کرتے ہوئے وہ بولے

"قاری محمد طیب صاحب نے کیا خوب لکھا ہے کہ یہ لوگ کسی کا زہد و عبادت نہیں دیکھتے، تبلیغ و اسلام کی خاطر کسی کی محنت شاقہ پر ان کی نظر نہیں جاری، چھ سات سو صفحات پر مشتمل کتاب میں سے ایک دو فقرے نکال لیتے ہیں اور اس پر کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں۔" میں نے جواب عرض کیا "ہاں قاری صاحب کا یہی معیار ہو گا، مگر اللہ نے ہمیں یہ معیار نہیں بتایا، اس نے وضاحت سے فرما دیا ہے کہ

یا یھا الذین امنوا............... لا تشعرون (الحجرات،۲)

(یہ پوری آیت اور اس کا ترجمہ گزشتہ صفحات میں دیکھیں)

فرمائیے اللہ کے فیصلے کے مقابلے میں قاری طیب کا فیصلہ کیا حیثیت رکھتا ہے۔ یہ تھے مولینا محمد یعقوب صاحب جو جامعہ عباسیہ بہاولپور سے فارغ ہونے کے علاوہ حافظ قرآن بھی تھے۔انھوں نے میری بات کا جواب نہ دیا، ہاں یہ کہا کہ اس آئت میں یا یھا الذین آمنو ۔۔نہیں ہے۔ میں نے اصرار کیا کہ ہے۔وہ انکار کرتے رہے، آخر کار قرآن منگوایا گیا تو ان کی حیرت کی کوئی حد نہ رہی جب انہیں اس میں بھی ان کی خواہش اور علم کے خلاف یا یھا الذین ۔۔مل گیا۔مگر بات یہ ہے کہ یہ الفاظ اگر نہ بھی ہوتے تو، باقی آئت پر تو ان کا ایمان تھا ہی، اس سے انہوں نے کیا نتیجہ نکالا۔اور اس معیار کا سمجھنے کی بجائے وہ قاری طیب کے معیار کو کیوں اپنائے رہے۔وہ جاہل نہیں تھے، قرآن پاک کا ترجمہ اور تفسیر پڑھتے پڑھاتے تھے۔اس علاقے میں ان کا مدرسہ پندرہ سال سے چل رہا تھا۔فرمائیے اللہ کے مقابلے میں اپنے گرو گھنٹال کی بات ماننا کیا شرک نہیں ہے۔

دیکھا آپ نے ایک نوجوان کا طرز فکر جو اسلامی جمعیت طلبہ کے منبع فیض سے تربیت حاصل کر چکا تھا اور دیکھا آپ نے جمعیت العلمائے اسلام کے ایک تجربہ کار مبلغ کا انداز نظر۔دونوں کی جماعتوں میں 'اسلام' کا نام آرہا ہے مگر بانی اسلام ﷺ سے دونوں باغی ہیں۔

مولانا محمد یعقوب اس واقعے سے ذہنی طور پر بہت پریشان ہو گئے تھے پھر چک نمبر ڈی۔ بی۔ ۱۱/۷ کی جامع مسجد میں، میں نے خطبہ جمعہ دیا تو اس سے ان کی پریشانی میں اور اضافہ ہو گیا۔اب انہوں نے مجھے مناظرے کا چیلنج دینا شروع کیا۔ میں سمجھتا تھا کہ پردیس میں ہوں اور مولوی اپنی ہٹ کا ہے، میں کیا سمجھ سکتا ہوں اور کیا منوا سکتا ہوں البتہ موقع کی تلاش میں رہا۔ایک دن اتوار کو میں چارپائی پر آنکھ بند کیے ہوئے ہاسٹل میں لیٹا تھا کہ جماعت اسلامی کے چند اساتذہ نے مولوی صاحب کو چھیڑ دیا۔ان دنوں مولوی غلام غوث ہزاروی جو جمعیت العلمائے اسلام کے مرکزی رہنما تھے، مولانا مودودی کے خلاف بہت کچھ لکھتے تھے اور بعض دفعہ ان کی زبان شائستگی سے بھی دور ہو جاتی تھی۔ان اساتذہ کا کہنا تھا کہ مولانا مودودی آخر عالم دین ہیں انھیں تحقیر کے انداز میں منشی کہنا مناسب نہیں زیادتی ہے۔مولانا یعقوب صاحب انھیں منشی کے کئی معنی بتا کر مطمئن کرنا چاہتے تھے۔آخر ایک گھنٹے کی بحث کے بعد مولانا یعقوب مان گئے کہ منشی کا لفظ واقعی سخت ہے اور انہیں یہ لفظ مولانا مودودی جیسے ثقہ عالم کی شان میں استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ میں آنکھ بند کیے ہوئے یہ ساری بحث سن رہا تھا، اب جب مولوی صاحب مان گئے تو میں بھی اٹھا اور اٹھ کر عرض کیا کہ اسی قسم کا اختلاف ہمیں بھی علمائے دیوبند سے ہے۔یہ لوگ حضور پرنور ﷺ کی شان و عظمت کے خلاف بہت جری واقع ہوئے ہیں۔ میں نے کہا پہلے قرآن پاک سے دیکھ لیں کہ حضور پرنور ﷺ کے ذکر میں الفاظ کس محتاط انداز سے استعمال ہونے چاہئیں چنانچہ عام تفاسیر میں لکھا ہے کہ حضور پرنور ﷺ اگرچہ خطبہ نہایت ٹھہر ٹھہر کر دیتے تھے اور کوئی ارشاد مبہم نہیں ہوتا تھا۔پھر بھی بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کسی ایک آدھ جملے کے وقت کسی توجہ سے نہ دے سکتے تو حضور ﷺ سے عرض کرتے راعنا یا رسول اللہ (یعنی یارسول اللہ ہماری رعایت فرمادیجیے۔) یہودی منافق جو اس مجلس میں ہوتے ، اس سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے راعنا کو ذرا لمبا کر کے راعینا (اے ہمارے چرواہے) بنادیتے اور یوں توہین کے ناپاک جذبے کی تسکین کر لیتے۔اللہ کریم نے اس کا سدباب یوں کیا راعنا کہنے پر ہی پابندی لگادی اور حکم دیا کہ آئندہ انظرنا یا رسول اللہ (ہم پر نظر رکھئے یارسول اللہ) کہو۔ارشاد عالی یوں ہے

یا یھا الذین امنو ا لا تقولو ا راعنا وقولوا انظرنا و اسمعوا وللکفرین عذاب الیم (البقرہ ۱۰۴)

ترجمہ:۔اے ایمان والو راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے (کنزالایمان)

اس واقعہ پر غور فرمائیے، مسلمانوں کو ایسا لفظ کہنے کی ممانعت کر دی گئی جسے تھوڑی سی تبدیلی کر کے گستاخی کی صورت پیدا ہو سکے۔نیز انہیں ہدایت

کردی کہ آئندہ خوب غور سے سنا کریں تا کہ دوبارہ اعادہ کرانے کی ضرورت نہ پڑے۔ نیز یہ بھی سوچئے اس آیت میں کافروں سے مراد کون ہیں، یقیناً وہی جو حضور ﷺ کے گستاخ ہیں۔

بہر حال اس پس منظر کے بعد میں نے علمائے دیوبند کی چند عبارات ان کے سامنے رکھیں (مثلاً اشرفعلی تھانوی نے حفظ الایمان میں حضور ﷺ کے علم غیب کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اور خلیل احمد انبیٹھوی نے 'براہین قاطعہ' میں جو کچھ تحریر کیا ہے) خدا شاہد ہے سب ہاؤس نے بیک زبان میری تائید کی اور مولوی یعقوب کو خاموش ہونا پڑا۔

ایک طالب علم مجھے جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ میں ایک عرصے تک تدریسی فرائض سرانجام دینے کا اتفاق ہوا۔ ایک دن میں حفیظ جالندھری مرحوم کے ایک شعر کی تشریح کر رہا تھا۔ تو پنجابی شاعر حضرت ابر شاہ صاحب وارثی کی ایک رباعی بھی موقع کی مناسبت سے سنادی، اس کا پہلا مصرع تھا

؎ بشر اُتے بشیر دا جوڑ دیکھو ہے جفا ایدھر تے وفا اودھر

بشر یعنی عام آدمی اور بشیر یعنی حضور ﷺ کا باہمی تعلق دیکھئے۔ ایک نوجوان کھڑا ہو کر بولا، حضور بھی بشر ہیں بشیر نہیں میں نے کہا واقعی تمہاری تربیت اسی نہج پر ہوئی ہے کہ جہاں کہیں اور جب کبھی حضور پر نور ﷺ کی تعریف ہو تو کھڑے ہو جایا کرو اور صاف انکار کر دیا کرو۔ دیکھئے اس نے ثبوت تک نہیں پوچھا، دلیل تک نہیں مانگی، جھٹ انکار کر دیا۔ کیونکہ ذہن میں یہ بات جاگزیں ہو چکی ہے یا کرائی گئی ہے کہ حضور پر نور ﷺ کی تعریف نہیں ہونی چاہیے اور اگر ہو تو اسے فوراً روک دینا چاہیئے۔ یہ سلسلہ کب شروع ہوا؟ جب مولانا اسمٰعیل نے تقویت الایمان جیسی کتاب لکھی اور اس میں اپنے چیلوں چانٹوں کو یہ ہدایت کر دی ''بشر کی سی تعریف کرو بلکہ اس میں بھی اختصار کرو'' قرآن پاک نے، انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے بشر کی سی تعریف نہیں کی ایسی تعریف اسمٰعیلیوں کا خاصہ ہے۔

مودودی صاحب مولانا مودودی صاحب نے عموماً اتحاد ملت کا نعرہ لگایا اور سب مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی سمجھنے کی ترغیب دی۔ یہ ایک خوش آئند بات ہے مگر جہاں انہوں نے عقائد کی بات کی ہے۔ وہیں عقیدہ نبوت کے بارے میں ان کا وہی نقطہ نظر ہے جو نجد کے محمد بن عبدالوہاب کا ہے یا دلی کے محمد اسمٰعیل کا۔ سب فرقوں کو ایک پلیٹ فارم پر لانے کی کوششوں کے ساتھ ساتھ ان کے قلم نے امت کے تقریباً اسی فیصد حصے کے عقائد کو جاہلیت خاصہ یعنی کفر و شرک سے ہی تعبیر کیا ہے۔ یہ بھی ایک نہایت تلخ حقیقت ہے کہ ان کے عقیدتمند وقتاً فوقتاً ان سے اکثر ایسی عقیدت و محبت کا مظاہرہ کرتے ہیں جس کے مقابلے میں یوں محسوس ہوتا ہے کہ انہیں حضور ﷺ سے بھی محبت و عقیدت نہیں اور گویا وہ مرکز ملت بھی حضور ﷺ کی بجائے مولانا مودودی کو سمجھتے ہیں ۔ اگرچہ خود مودودی صاحب کا اپنا انداز کتاب منصب رسالت میں کافی بدلا ہوا ہے اور دوسری تحریروں میں جولن ترانیاں ہیں، اس میں نہیں بلکہ واقعی منصب رسالت کے بارے میں ان کا طرز تحریر بہت حد تک مثبت ہو گیا ہے۔ تاہم ان کے عشاق کا جذبہ عشق کا انداز غیر محتاط اور عام مسلمانوں کے لئے سخت تکلیف دہ ہے۔ اس سلسلے میں ایک دو واقعات پر غور کیجئے۔ پہلا واقعہ ڈاکٹر ظفر اقبال صاحب نوری نے بیان کیا ہے۔ ان کے مطابق بھٹو دور کے ابتدائی دنوں میں راولپنڈی کے ایک کالج میں سرخوں نے جلسہ کیا اور اس میں خدا کے بارے میں، قرآن کے بارے میں اور اسلام کے بارے میں ان کا انداز بہت جارحانہ تھا مگر کسی طرف سے صدائے احتجاج بلند نہ ہوئی پھر جب انہوں نے مولانا مودودی پر تنقید کی تو خوب شور مچا اور احتجاج ہوا۔ دیکھنے والے حیران تھے کہ خدا، اسلام، اور قرآن کے بارے میں کوئی تکلیف نہیں ہوئی، آخر یہ کیا معاملہ ہے۔

ذکر بے وضو اس سے زیادہ واضح ایک اور واقعہ ہے جو قاری و قاضی عبدالرزاق صاحب سیالکوٹی (لیکچرر کمرشل کالج) کا بیان کردہ ہے۔ وہ فرماتے

ہیں ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفےٰ میں سب جماعتوں کے نوجوان طلباء شامل تھے۔ایک دن اسلامی جمیعت طلبہ کے ایک کارکن نے کافی دیر تک باتیں کرنے کے بعد کہا افسوس میں نے اتنی دفعہ مودودی صاحب کا نام بغیر وضو کے ہی لیا ہے۔قاری صاحب نے کہا تم نے اس گفتگو میں حضور ﷺ کا نام پاک بھی اسی طرح بے وضو لیا ہے، آخر اس کا احساس کیوں نہیں ہوا۔اس کا جواب مودودی صاحب کے جیالے نے یہ دیا ''میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ جو مودودی صاحب کو نہیں مانتا، وہ مسلمان نہیں''۔قاری صاحب نے غصے میں آ کر ایک تھپڑ رسید کیا اور اس کے امیر سے شکایت کی۔امیر نے صرف یہ جواب دیا ''جی ہر ایک کا اپنا عقیدہ ہوتا ہے۔ہم کیا کر سکتے ہیں''

دو نعرے دیکھا آپ نے 'ایں خانہ ہمہ آفتاب است' ایک سے ایک بڑھ کر، حضور پرنور ﷺ کی غیرت سے خالی اور مودودی صاحب کی محبت و غیرت سے مالا مال۔اس سے بھی زیادہ ہولناک صورت حال یہ ہے جو کئی کالجوں میں کئی مواقع پر انجمن طلبہ اسلام اور اسلامی جمیعت طلبہ کے تصادم میں رونما ہوئی۔۱۹۸۰ کے عشرے میں سننے میں آتی رہیں یہ اس دور کی بات ہے جب سٹوڈنٹ یونینز پر پابندی نہیں تھی اور طلباء کے انتخابات ہوا کرتے تھے انجمن والے نعرہ لگا رہے تھے۔

سیدی مرشدی یا نبی یا نبی

اور اس کے مقابلے میں جمیعت کا نعرہ تھا۔

سیدی مرشدی یا مودودی یا مودودی

یہ یا وہی ہے جو لفظ نبی یا 'علی' سے پہلے آجائے تو یار لوگوں کے نزدیک شرک ہو جاتا ہے، یہاں کس بے تکلفی سے یہی 'یا' مودودی صاحب کے ساتھ لایا جا رہا ہے اور شرک کا کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوتا۔مگر یہ تو بالکل عام سی بات ہے۔دیکھنا تو یہ ہے کہ مدمقابل آنے والے یہ دونوں فریق اسلام کے مدعی ہیں، یہ دونوں ایک نبی ﷺ کا کلمہ پڑھتے ہیں۔تو کیا نبی ﷺ کی ذات پر ایمان تک دونوں برابر نہیں۔پھر اس کا کیا مطلب کہ ایک فریق 'یا نبی' کا نعرہ لگا کر خود کو نبی کے دامن سے علانیہ وابستہ ظاہر کر رہا ہے، دوسرا فریق مقابلہ ہی کرنا چاہتا ہے تو کم از کم 'یا نبی' پر تو مقابلہ نہ کرے بلکہ کلمہ پڑھنے کی شرم رکھتے ہوئے وہ بھی یہی نعرہ لگائے تو کیا حرج ہے۔مگر اس نعرے کو چھوڑ کر اس کے بالمقابل 'یا مودودی' کا نعرہ لگانے کا بظاہر اور کیا مطلب نکل سکتا ہے کہ اپنا نبی کریم ﷺ سے کوئی تعلق نہیں، ہم تو مودودی صاحب پر ایمان رکھتے ہیں۔کیا آپ بھول گئے غزوۂ احد کے بعد ایک پہاڑی پر کفار مکہ نے لات وعزیٰ کا نعرہ لگایا تو ان کے مقابل مسلمانوں نے اللہ کی کبریائی کا اعلان کیا۔کافروں کا نعرہ تھا **اعل ھبل** (اے ہبل تو اونچا رہ)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہہ رہے تھے

''**اللہ اعلی و اجل**'' .... اللہ اعلیٰ اور بڑا ہے

کفار نے کہا!

لنا العزی ولا عزی لکم ہمارے پاس عزیٰ ہے اور تمھارے پاس عزیٰ نہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے جواب دیا

''**اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم**'' .... اللہ ہمارا ناصر ہے اور تمھارا کوئی مددگار نہیں

کفار ہبل اور عزیٰ کو مانتے تھے، انھوں نے یہی نعرہ لگایا۔مسلمان اللہ پر ایمان رکھتے تھے، انھوں نے اپنے آقا و مولا ﷺ کے حکم سے اپنے اللہ کا نعرہ لگایا۔

گویا جس کو کوئی مانے اسی کا نعرہ لگاتا ہے، حیرت کی بات یہ ہے کہ اس ظلم کے باوجود مودودی صاحب یا ان کے کسی نائب نے اپنی پروردہ جماعت کو روکنے کی

ضرورت محسوس نہیں کی۔'یا' سے چڑتھی تو اس کی بجائے کچھ اور کہہ لیتے مگر نبی کے نعرے سے الگ نہ ہوتے یہ بھی قابل غور ہے کہ 'یا مودودی کہنا گوارا ہے تو 'یا نبی' کہنا کیوں گوارا نہیں۔اس ذہنیت کو سامنے رکھ کر بتایئے اتحاد ملت میں کون رکاوٹ ہے۔

سپاہ صحابہ اسی ضمن میں ایک اور افسوس ناک واقعہ سنئے۔ڈاکٹر محمد یٰسین صاحب ریٹائرڈ ڈاکٹر (حیوانات) فرماتے ہیں۔میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا

''سپاہ صحابہ کا جلسہ ہو رہا تھا اور ایک مولوی صاحب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل بیان کر رہے تھے۔پھر انہوں نے فضائل کی وجہ یہ بتائی کہ صدیق اکبر ایک بشر کی یونیورسٹی سے فارغ ہوئے تھے۔ان فضائل سے آراستہ کیوں نہ ہوتے۔''

دیکھا آپ نے یہاں بشر سے مراد کون ہے۔جن کے فضائل بیان کر رہے ہیں وہ صدیق اکبر ہیں،اور بہت کچھ ہیں مگر برا ہو اس ستم ظریفی کا یا ستم شعاری کا،جن کی نظر کرم نے،جن کے فیض محبت نے،جن کی محبت کاملہ نے صدیق اکبر کو صدیق اکبر بنایا،وہ محض ایک بشر ہیں۔ہاں ہاں یہی ہے وہ تصور نبوت جو نجد و دیو بند کے وحشت خانوں میں پروان چڑھا ہے۔سامنے ڈی سی ہو یا گورنر ہو،کوئی ان کا تعارف کروانا چاہے تو یہ نہیں کہتا کہ ''یہ ایک بشر ہیں'' کیونکہ ایک بشر کہہ کر تعارف ہوتا ہی نہیں ہے ہمیشہ امتیازی وصف سے تعارف ہوتا ہے۔اور اگر کوئی یہی بات کہہ دے تو سمجھا جاتا ہے کہ وہ ڈی سی کو ڈی سی اور گورنر کو گورنر نہیں مانتا۔تقریر کرنے والے نانہجار ملا کو یہ نکتہ یاد ہی نہیں کہ حضور علیہ السلام اللہ کے پیارے رسول،نبی اور حبیب ہیں۔انہیں وہ ایک بشر ہی مانتا ہے۔کیا ابو جہل اور اس مولوی کے ماننے میں کوئی فرق رہا۔اگر ایسا شخص فرد ہے تو کس کا؟ملت اسلامیہ کا یا ابو جہل کمپنی کا۔اور اس صورت حال میں خود سوچئے کون جو ملت کے انتشار کا سبب ہے۔نہیں،بلکہ کون ہے جو ملت کے دائرے سے باہر کود رہا ہے۔

اے ملت کو متحد اور منظم دیکھنے کی تڑپ رکھنے والو!کیا اس صورت تحال پر آپکی نظر ہے اور کیا اس صورحال کا علاج آپ کر سکتے ہیں۔جب سب حضور نبی کریم ﷺ کا کلمہ پڑھتے ہیں اور جب حضور پرنور ﷺ کو اپنا نبی اور رسول مانتے ہیں تو کیا سب پر،سب مخلوق سے زیادہ آپ کا ﷺ احترام ضروری نہیں۔

لشکر طیبہ ابھی کل کی بات ہے قاری فرمان صاحب لاہور سے آئے۔انہوں نے دوران گفتگو بتایا کہ میرا ایک شاگرد لشکر طیبہ سے ٹریننگ لیکر واپس آیا تو میں نے اندر کے حالات پوچھے۔اس نے کہا اسلحہ سے زیادہ گستاخی کی ٹریننگ دیتے ہیں۔محبوبان خدا کے سخت دشمن ہیں بلکہ حضور پرنور ﷺ کے بارے میں ان کا انداز گفتگو سخت نا قابل برداشت ہوتا ہے۔مثلاً ایک دن ایک بدبخت 'سعیدی' نے یہاں تک کہہ دیا کہ ''لوگ انہیں حاضر و ناظر مانتے ہیں،ذرا دیکھو تو میری کرسی کے نیچے کہیں ہیں؟'' یہی انداز کا مونگے کے منہ پھٹ حبیب الرحمٰن یزدانی نامی بدنصیب شیطان کا تھا۔وہ بھی کرسی پر بیٹھ کر کرسی کے نیچے ٹٹولنے کے انداز میں ہاتھ پھیر کر کہتا یہاں تو وہ کہیں نہیں۔کیا اس قسم کے لوگ ملت اسلامیہ کو برداشت ہو سکتے ہیں،اگر ہاں میں جواب ہے تو وہ ملت اسلامیہ کیوں کر ہو سکتی ہے،ملت کفریہ ہی ہوگی۔اہل حدیث کہلانے والوں میں کیا کوئی ایسا ہے جو ان منہ پھٹ شیطانوں کو لگام دے۔آپ اس قسم کے ابلیسوں کو بلائیں،ان سے حضور پرنور ﷺ کی گستاخیاں کروائیں ان کی حوصلہ افزائی کریں،ان کو منہ مانگا انعام دیں۔پھر خود ہی کہیں،نجانے ملت میں انتشار کیوں ہے؟

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا
کرتے ہیں قتل ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

اور

زمانہ ساز حکایات چھیڑنے والو
زمانہ سوز روایات کون روکے گا

درس قرآن

جہاد کی فرضیت

غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے

ارشاد خدائے پاک ہے!

☆......اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا، جب تمھیں کہا گیا کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو تم زمین سے چمٹ گئے، کیا تم نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں پسند کرلیا، پس دنیا کی زندگی تو آخرت کے مقابلے میں بہت ہی تھوڑی ہے۔ اگر تم نہ نکلے تو اللہ تمھیں دردناک عذاب دے گا۔ (سورۃ التوبہ ۳۹)

☆......اللہ کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

☆......جو لوگ اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں، ان کو اللہ نے بیٹھنے والوں (یعنی جہاد نہ کرنے والوں) پر فضیلت دی ہے۔ اور سب کے ساتھ اللہ نے اچھائی کا وعدہ فرمایا، اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے والوں پر اجر عظیم کی فضیلت دی ہے۔ (سورۃ النساء ۹۵)

☆......اشارات......☆

☆......ان آیات قدسیہ میں جہاد کا ذکر ہے۔

☆......لفظ جہاد جھد اور جھد" سے ماخوذ ہے۔ جس کا معنیٰ طاقت، وسعت یا کسی کام میں مبالغہ کرنا ہے، جھد کا معنیٰ مشقت و محنت بھی ہے۔ (تاج العروس جلد ۲ ص ۳۳۰)

☆......جہاد در اصل اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کیساتھ قتال کو کہتے ہیں فرمایا" وجاھدوا فی اللہ حق جہادہٖ" اور کہا جاتا ہے " جاھد العدو" اس نے دشمن سے قتال کیا۔ (ایضاً)

☆......امام راغب اصفہانی نے فرمایا" جہاد کی تین اقسام ہیں، ظاہری دشمن سے جہاد کرنا، شیطان سے جہاد کرنا اور نفس سے جہاد کرنا، یہ تینوں اقسام اس آیت" وجاھدوا فی اللہ حق جہادہٖ" میں داخل ہیں۔

☆......امام بدر الدین عینی حنفی علیہ الرحمہ نے فرمایا" جہاد کا شرعی معنیٰ ہے کہ کلمۃ اللہ کی سربلندی کیلئے کافروں سے جنگ کرنا اور اس میں اپنی پوری طاقت اور وسعت کو صرف کرنا۔" جہاد فی اللہ" کا مطلب ہے شرعی احکام پر عمل کرنے کیلئے نفس کو تھکانا اور شہوات اور لذات کی اتباع میں اس کی مخالفت کرنا۔ (عمدۃ القاری جلد ۱۴ ص ۸۷)

☆......امام ابو بکر کاسانی حنفی علیہ الرحمہ کا فرمان ہے" اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ کرتے ہوئے جان، مال اور زبان کو انتہائی طاقت و وسعت کے ساتھ استعمال کرنا جہاد کہلاتا ہے۔ (بدائع الصنائع جلد ۷ ص ۹۷)

☆......اس امت پر جہاد فرض عین بھی ہے اور فرض کفایہ بھی۔

☆......امام شمس الائمہ سرخسی حنفی علیہ الرحمہ نے فرمایا" فریضہ جہاد کی دو قسمیں ہیں۔ اول فرض عین، جب کافروں پر حملہ کرنے کا عام حکم ہو تو ہر مسلمان پر اپنی قوت کے اعتبار سے جہاد کرنا فرض عین ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے، " انفروا خفافاً و ثقالاً" اللہ کی راہ میں نکلو، ہلکے ہو یا بوجھل۔ (سورۃ التوبہ ۴۱) دوم فرض کفایہ، اس میں بعض مسلمانوں کے جہاد کرنے سے بعض مسلمانوں سے جہاد ساقط ہو جاتا ہے۔ (المبسوط جلد ۱۰ ص ۲۰۳)

☆......اگر جہاد کو ہر وقت مسلمان پر فرض عین کے طور پر نافذ کر دیا جاتا اور ہر مسلمان ہر وقت جہاد میں مصروف ہو جاتا تو دنیا کے دیگر اصلاحی اور تبلیغی کام معطل ہو جاتے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور سرور دو عالم ﷺ کبھی تو خود میدان جہاد میں تشریف لے جاتے اور کبھی اپنے غلاموں کا قافلہ بھیج دیتے۔

☆......مذکورہ صدر آیت نمبر ا میں جہاد کے فرض عین ہونے کا ذکر ہے۔

کیونکہ کفار کے مقابلہ میں نکلنے کا مرحلہ درپیش ہے۔ امام کاسانی فرماتے ہیں کہ جب جہاد کیلئے روانگی کا حکم عام دیا جائے یا دشمن کسی اسلامی علاقے شہر وغیرہ پر حملہ کردے تو جہاد فرض عین ہوجائے گا، اور ہر فرد مسلمان پر فرض عین ہوگا بشرطیکہ وہ اس پر قادر ہو۔ (بدائع الصنائع جلد ۷ ص ۹۸)

✿...... فقہائے مالکیہ کے نزدیک جو مسلمان، اسلام دشمنوں کے قریب ہوں اور جہاد کی قدرت رکھتے ہوں، ان پر جہاد کرنا فرض عین ہے۔ اور جو مسلمان دور رہتے ہوں ان پر فرض کفایہ ہے۔ (اکمال المعلم جلد ۵ ص ۴۴)

✿...... جہاد کے وجوب کی سات شرائط ہیں۔

۱...... مسلمان ہونا ۲...... بالغ ہونا ۳...... صاحب عقل ہونا

۴...... آزاد ہونا ۵...... مرد ہونا ۶...... تندرست ہونا

۷...... ضروریات کا خرچ پاس ہونا۔ (المغنی جلد ۱۰ ص ۱۶۴)

✿...... جہاد کے مباح ہونے کی دو شرطیں ہیں۔

۱...... دشمن اسلام کو قبول کرنے سے انکار کردے نیز اہل اسلام اور اہل کفر کے درمیان جنگ بندی کا کوئی معاہدہ نہ کیا گیا ہو۔

۲...... مسلمانوں کو امید کامل ہو کہ وہ جنگ میں کفار کو شکست فاش سے دوچار کر دیں گے، اگر کامیابی کی توقع نہ ہو تو جنگ کرنا جائز نہیں کیونکہ قوت اور سامان حرب کی برتری حاصل نہ ہونے کی صورت میں جنگ کرنا خودکشی کے مترادف ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری جلد ۲ ص ۱۸۸)

✿...... جہاد اسلام کا ایک اہم فریضہ ہے۔ جس کی فرضیت کی پہلی وجہ یہ ہے کہ اہل اسلام پر مشرکین و کافرین کو دعوت اسلام پیش کرنا واجب ہے۔ اور اگر وہ یہ دعوت قبول نہ کریں تو ان کے ساتھ قتال کرنا واجب ہے۔ کیونکہ تمام آسمانی کتابوں میں اس امت کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ نیکی کی دعوت دے گی اور برائی سے روکتی رہے گی۔ سب سے بڑی نیکی قبول ایمان ہے۔ اور سب سے بڑی برائی شرک و کفر ہے، اس لئے یہ امت سب سے پہلے ایمان کی دعوت دیتی ہے اور شرک و کفر سے روکتی ہے۔ فرضیت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اسلام کے مقابلے میں بڑی بڑی شرانگیز قوتیں برسرپیکار ہیں جو اسے ہرگز برداشت نہیں کرتیں، ان کی جملہ سازشوں کو ملیامیٹ کرنے اور اپنے تشخص کو برقرار رکھنے کیلئے جہاد بہت ضروری ہے۔ اور اسی لئے اسے قیامت تک ضروری قرار دیا گیا ہے، حدیث مصطفیٰ ہے "مجھے قیامت تک تلوار کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے اور میرا رزق نیزوں کے سائے میں رکھا گیا ہے۔

✿...... مجاہدین اسلام کیلئے حسن آخرت کا وعدہ ہے۔ اور کامیابی کی بشارت ہے، اور اجر عظیم کا انعام ہے۔

✿...... مسلمان ہرگز موت سے نہیں ڈرتا۔ کیونکہ اسکی نظر میں دنیا کی زندگی بہت عارضی ہے۔ وہ اپنے رب تعالیٰ کے نام پر اپنا مال، جان اور اولاد قربان کرکے ہمیشہ کی کامرانیاں حاصل کرنا چاہتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے "اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے ساتھ سودا کرلیا ہے کہ ان کی جانوں اور مولوں کے بدلے جنت عطا فرمائے گا"

✿...... جہاد سے فرار اختیار کرنا دردناک عذاب کو دعوت دینا ہے۔ وہ عذاب دنیا میں ذلت وضلالت کی صورت میں بھی ہوسکتا ہے اور آخرت میں دوزخ کی آگ کی شکل میں بھی ہوسکتا ہے۔

✿...... آج پوری دنیا میں مسلمان جہاد سے منہ پھیر کر صرف "مذاکرات" سے ہر مسئلہ حل کرنا چاہتے ہیں، اسلئے کفار اور مشرکین کے سامنے رسوائی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ کاش تمام مسلمان ملکوں میں اجتماعیت کا داعیہ پیدا ہوجائے اور وہ سب مل کر ایک عالمگیر "عساکر اسلامی" کی بنیاد رکھیں جسمیں ہر رنگ ونسل کا مسلمان بھرتی کیا جائے۔ اور اس کی ہر اسلامی ملک میں چھاؤنی تشکیل دی جائے،

پھر جس اسلامی ملک پر بھی کوئی دشمن اسلام حملہ کرے ہر اسلامی ملک اس حملے کو اپنے اوپر تصور کرتے ہوئے اس کے دفاع میں مشغول ہو جائے، ایک جہاد اور اتحاد کی قوت ہی اسلام کو دشمنوں سے بچاسکتی ہے

✿...... آجکل بعض "نام نہاد اسلامی تنظیمیں" جہاد کی آڑ میں فساد برپا کررہی ہیں۔ یہ بھی اس فریضے کے ساتھ مذاق ہے۔ کیا اتحاد ملت کے بغیر جہاد کا کوئی تصور ہے؟ ادھر تو وہ الجہاد الجہاد کے نعرے بلند کررہی ہیں اور ادھر عالم اسلام کے سواد اعظم کو کافر و مشرک اور بدعتی قرار دے رہی ہیں۔ یہ اسلامی جہاد نہیں بلکہ "نجدی جہاد" ہے، یہ کیسا جہاد ہے کہ لڑائی تو کشمیر اور فلسطین میں جاری ہو، جبکہ خوفناک اسلحوں کے ڈھیر کراچی، لاہور اور کوئٹہ میں پکڑے جائیں۔

✿...... جہاد کی بہترین صورت یہی ہے کہ اسلام حکومتیں اسلامی دشمنوں کے مقابلے میں لشکر عظیم تیار کرلیں اور ہر صاحب استطاعت مسلمان اس میں

شامل ہو کر اخروی ثواب کا انعام حاصل کرے۔ یہ چندہ خور مجاہد اسلام کی بدنامی کا باعث ہیں، اور جہاد کی آڑ میں اختلافی مسائل کو ہوا دے رہے ہیں نیز جہادی فنڈز کو اپنے گمراہ کن مسالک کی ترویج پر صرف کر رہے ہیں۔

۞......باطل قوتوں کے مقابلے میں جان و مال کے ساتھ ساتھ زبان و قلم سے جہاد بھی افضل ہے۔اور یہ جہاد کرنے والا ایک گوشہ نشین زاہد و عابد سے زیادہ درجے والا ہے۔ بھلا رخصتوں پر عمل کرنے والا، عزیمتوں کے شہسوار کے برابر کیسے ہوسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا"**فضل الله المجاهدين باموالهم وانفسهم على القاعدين درجةً**"

۞......یادرہے کہ"اسلامی جہاد" اور کافروں کے انداز جنگ میں بہت زیادہ فرق ہے۔صرف ایک جھلک دیکھئے

"رسول اللہ ﷺ جب کسی شخص کو بڑے یا چھوٹے لشکر کا امیر بناتے تو اس کو بالخصوص اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت فرماتے، اور اس کے ساتھی مسلمانوں کو نیکی کی وصیت فرماتے، پھر آپ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جہاد کرو، جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرے اس سے جنگ کرو، کسی بچے کو قتل نہ کرو،

(مسلم کتاب الجہاد)

۞......"اسلامی جہاد" دراصل معاشرے میں امن و امان قائم کرنے کی ایک صورت ہے۔جس طرح ماہر سرجن جسم سے گندے مواد کو نکال کر تمام جسم کو راحت پہنچاتا ہے۔اس طرح اسلامی حکومت معاشرے سے فتنہ انگیز عناصر کی بیخ کنی کر کے معاشرے کو امن و امان کی دولت عطا کرنا چاہتی ہے۔

سلام ہو

آمنہ کے نور نظر پر، عبداللہ کے لخت جگر پر، مکہ معظّمہ کے در یتیم پر، مدینہ منورہ کے گوہر یکتا پر، گنبد خضرا کے لعل شب تاب پر جو سرداروں کا سردار، آقاؤں کا آقا، والیوں کا والی، بادشاہوں کا بادشاہ، نبیوں کا نبی، رسولوں کا رسول، اور اماموں کا امام ہے۔ جو سید اولاد آدم ہے، پیغمبر اعظم ہے۔شہنشاہِ دو عالم ہے نور مجسم ہے، خلیل اللہ کی دعا ہے۔ اور روح اللہ کی بشارت ہے۔کلیم اللہ آرزو اور صفی اللہ کی جستجو ہے۔

پاکپتن میں

مری دنیا میں اک محشر بپا ہے مجھے رنج والم نے کھا لیا ہے
دل و جاں کی تمنا لٹ گئی ہے ہر ایک جانب اندھیرا چھا گیا ہے
رہ پرخار میں تنہا مسافر نہ منزل ہے نہ کوئی راستا ہے
ستاروں کی ہوس کے دل میں خواہش چراغ راہ تک بھی بجھ رہا ہے
کسی کے درد برق آسا کے آگے خرد کیا ہے جنوں بھی نارسا ہے
غرض لکھوں میں حال بیکسی کیا یہ دنیا ہے کہ ایک حسرت کدہ ہے
عیاں ہے ہر نظر سے دود نفرت وفاؤں کا چمن اجڑا ہوا ہے
محبت کو نگاہیں ڈھونڈتی ہیں محبت، صید فتراق فنا ہے

بگرداب بلا افتادہ کشتی
مدد کن یا فریدالدین چشتی

تعالیٰ اللہ کیا شانِ علا ہے سر سدرہ بھی زہر نقش پا ہے
ملا ہے فیض ہر بیکس کو ہر دم کہ سر چشمہ، امیدوں کا کھلا ہے
گدا ہیں تیرے در کے دو جہاں بھی تو سرکار مدینہ کا گدا ہے
مجھے کیا چاہئے دینا کی دولت فقط درکار ایک نظر عطا ہے
خدا را دے نظام دیں کا صدقہ ترا فیضان در بے انتہا ہے
یہ دامن تھام کر صابر پیا کا غلام مصطفےٰ کب سے کھڑا ہے

درِ درگاہِ تو، بابِ بہشتی
مدد کن یا فریدالدین چشتی

غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے

درس حدیث

جہاد کی اہمیت

غلام مصطفیٰ مجددی
ایم اے

ارشاد صاحب لولاک ہے!

۞......اے لوگو! دشمن سے مقابلہ کی تمنا مت کرو، اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو، اور جب دشمن سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو، اور یاد رکھو، جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔ پھر آپ نے کھڑے ہو کر دعا کی، اے بادلوں کو چلانے والے، لشکروں کو شکست دینے والے ان کو شکست دے اور ہم کو ان پر غالب کردے، (مسلم کتاب الجہاد)

۞......جو شخص اللہ کی راہ میں اونٹنی دو ہنے کے وقفہ کے برابر بھی جہاد کرے تو یقیناً اس کیلئے جنت واجب ہوگئی، اور جو اللہ کی راہ میں معمولی زخمی کیا جائے یا معمولی تکلیف دیا جائے تو وہ زخم قیامت کے دن اس سے زیادہ چمک دار ہوگا ۔جیسا کہ تھا۔ اس کا رنگ زعفرانی ہوگا، اور اس کی خوشبو مشک کی سی ہوگی۔ اور جسے اللہ کی راہ میں پھنسی نکل آئے تو یقیناً اس پر شہیدوں کی مہر ہے،

(ترمذی۔ ابوداؤد، نسائی)

۞......یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی بندے کے پاؤں اللہ کی راہ میں گرد آلود ہوں، پھر اسے آگ چھوئے۔ (بخاری)

۞......مشرکوں سے جہاد کرو، اپنے مالوں سے، اپنی جانوں سے اور اپنی زبانوں سے۔ (ابوداؤد، نسائی)

۞......ایک ایسی چیز بھی ہے جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ بندے کے سو درجے جنت میں بلند فرماتا ہے، ہر دو درجوں کے درمیان آسمان و زمین کے درمیانی فاصلے جتنا فاصلہ ہے۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ! وہ کیا ہے؟ فرمایا، اللہ کی راہ میں جہاد، اللہ کی راہ میں جہاد اللہ کی راہ میں جہاد۔ (مسلم)

۞......اشارات......۞

☆......ان احادیث مبارکہ میں جہاد کی اہمیت وفضیلت کا بیان ہے۔

۞......دشمن کے مقابلہ کی تمنا ممنوع ہے۔ حضرت امام نووی شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، اسکی وجہ یہ ہے کہ اس تمنا میں اپنے نفس پر اعتماد۔ اپنی طاقت پر بھروسا اور صورۃً تکبر ہے" (شرح مسلم جلد ۲ ص ۸۴)

۞......اللہ تعالیٰ سے اپنے مال و جان، اولاد و جائیداد اور ظاہری و باطنی حالات کی عافیت طلب کرتے رہنا چاہیے۔

۞...... جہاد میں ثابت قدم رہنا، جہاد کا اہم ترین رکن ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔ اے ایمان والو! جب تمہارا دشمنوں سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ (انفال ۴۷)

۞......ثابت قدمی کی شرط میں یہ بھی شامل ہے کہ آپس میں جھگڑا نہ کیا جائے، بزدلی کا مظاہرہ نہ کیا جائے۔ اپنی طاقت پر اترایا نہ جائے اور میدان جنگ میں کمال نظم وصبر کا دامن تھاما جائے۔

۞......اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہنا چاہیے۔ میدان جنگ میں کثرت ذکر کا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کثرت سے دعا کی جائے۔ دعا سے نصرت خداوندی پر اعتماد بڑھ جاتا ہے۔

۞...... جنت تلواروں کے سائے میں، گویا نماز عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں۔

۞......مسلمان غالب ہو جائیں تو دنیا میں مال غنیمت اور آخرت میں ثواب حاصل ہوتا ہے۔ مغلوب ہو کر مارے جائیں تو شہادت نصیب ہوتی ہے،

۞...... جہاد کے دوران دعا کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

۞...... جہاد کتنی اہم عبادت و ریاضت ہے۔ اور کس قدر عظیم عمل ہے کہ اس کا اونٹنی کے دوہنے جتنا وقفہ بھی اجر و ثواب کا خزانہ ثابت ہوگا اور راہ خدا میں ایک زخم بھی قیامت کے وحشت کدے میں پھول بن کر مسکرائے گا۔

۞...... جسے راہ خدا میں ایک پھنسی نکل آئے تو گویا اسے شہادت کی مہر نصیب ہو جاتی ہے۔ ساری جان قربان کرنے کا کیا مقام ہوگا۔

۞...... جہاد کی تکالیف و مصائب سے گھبرا کر منہ موڑنا جائز نہیں، اگر خدا اسی حالت میں راضی ہے تو بندے کو بھی صبر و ہمت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ وہ راضی ہو گیا تو ہر نعمت مل جائے گی۔

۞...... اللہ تعالیٰ کی راہ میں پاؤں کا گرد آلود ہونا بھی کتنا محمود ہے کہ اس کے بدلے بندہ دوزخ سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ کربلا کے گرد و غبار میں لپٹے ہوئے شہزادۂ رسول کا کیا مقام ہوگا۔

۞...... مالوں، جانوں اور زبانوں سے دشمن کا مقابلہ جہاد ہے۔ یہ جہاد کا وسیع تر مفہوم ہے جہاد اور قتال میں یہی فرق ہے کہ جہاد مالوں، جانوں زبانوں اور قلموں سے بھی ہو سکتا ہے۔ جبکہ قتال صرف تلواروں سے ہوتا ہے

۞...... حضور ﷺ نے خبر غیب عطا فرمائی یعنی جنت کے درجات کا ذکر کیا اور مجاہد کے مقامات کا ذکر کیا جو اجر کسی کو کل حاصل ہوگا، حضور ﷺ اس کا آج ذکر فرما رہے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے۔

۞...... اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا جنتی ہے۔

۞...... ہر بندہ مومن کی زندگی کا ایک ہی مقصد وحید ہے کہ وہ اپنے پروردگار کو راضی کر کے جنت حاصل کر لے۔ جہاد جنت میں جانے کا بہت قریبی راستہ ہے۔ اس لئے بہت اہم ہے۔

۞...... حضور شارع علیہ السلام نے جہاد کی اہمیت و فضیلت کو اس لئے کھول کر بیان فرمایا کہ اسلام ایک دین اور پوری دنیا کی ہدایت کیلئے نازل ہوا ہے۔ اس کی بقا اور اشاعت کیلئے اہل اسلام کو نجانے کتنی اذیتوں سے گزرنا ہو گا، حضور ﷺ نے جہاد کی ترغیب اور اس کے اجر و ثواب کی نوید سنا کر مرد مسلم کو ایک پروانے کی تڑپ عطا کر دی، جو ہر وقت اپنے محبوب کے نام پر مرنے کیلئے پر تولتا رہتا ہے۔

شہادت ہے مقصود و مطلوب مومن
نہ مال غنیمت ، نہ کشور کشائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

۞...... آج ملک عزیز میں اور اسلامی ممالک میں نوجوان نسل کو یہودی اور ہندی تہذیب نے دیوانہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ کلچر کے نام پر ہر قسم کی فحاشی اور عریانی کی کھلے بندوں اجازت ہے۔ میوزک کے شور میں اسے قرآن اور مصطفےٰ کریم کے فرمان کی لاہوتی صدائیں سنائی نہیں دیتیں، آرٹ اور فیشن نے اس کے اسلامی تشخص کو فنا کی گھاٹ اتار دیا ہے۔ مادیت پرستی کا سیلاب عام ہے۔ اے نوجوان مسلم کبھی تو تدبر سے کام لے اور اپنے آقا ﷺ کے حسن جانفزا کو دیکھ کر دنیا کے فریب حسن سے جان چھڑا لے۔ اپنی جوانی، محبوب خدا کے نام پر قربان کر دے اور اپنا مال بارگاہ رسول میں نچھاور کر دے۔ یہی تیری زندگی کی معراج ہے۔

۞...... مغربی اور ہندوستانی تہذیب کے خلاف بھی زبان و قلم کا میدان گرم کرنا جہاد ہے۔ ارشاد خداوندی ہے

''اور ان لوگوں سے جنگ کرتے رہو حتیٰ کہ فتنہ ختم ہو جائے اور صرف اللہ تعالیٰ کا دین رہے'' (القرآن)

۞...... حضور سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اسلامی تہذیب کے تحفظ اور غیر اسلامی رسموں کے خاتمے کیلئے میدان جہاد میں نکلے اور اللہ کے دین کو قائم کرنے کیلئے اپنی جان اور اپنے عزیزوں کی جان کا نذرانہ پیش کر گئے۔ یہ امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور جہاد فی اللہ کی ایسی مثال ہے جس سے تاریخ اسلام ہمیشہ جذبوں اور ولولوں سے سرشار رہے گی۔

سب سے عظیم

۞...... دنیا میں سب سے عظیم ہستی، حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ ہیں

۞...... دنیا میں سب سے عظیم کتاب، قرآن مجید ہے۔

۞...... دنیا میں سب سے عظیم مذہب، اسلام ہے

۞...... دنیا میں سب سے عظیم اجتماع، حج کا اجتماع ہوتا ہے

۞...... دنیا میں سب سے عظیم نیکی، دوسروں کے کام آنا ہے۔

۞...... دنیا میں سب سے عظیم مسجد، مسجد نبوی ﷺ ہے

۞...... دنیا میں سب سے عظیم دعوت، اذان ہے

توحید اور محبوبان خدا کے کمالات

قسط:۲۷

پروفیسر محمد حسین آسی

قسط ۲۷:

رحمت کہاں: قبور کی تعظیم کی بات چل نکلی ہے۔تو محبوبان خدا کے دشمن ان کی قبور کے بھی دشمن ہیں گویا اللہ والوں سے ان کا بغض ان کی حیات ظاہری میں کم ہوتا ہے، نہ وصال کے بعد ان کا دل ان سے ٹھنڈا ہوتا ہے۔وہ دنیا میں جلوہ گر ہوں تو ان کے درباروں سے روکیں اور قبور میں آرام فرما ہوں تو ان کے مزاروں سے روکیں۔ان کی بدبختی دیکھئے قرآن پاک کی صریح آیات اور واضح ارشادات کو بھی ان کی نظر نہیں دیکھتی۔اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے۔

ان رحمة الله قريب من المحسنينO (الاعراف......۵۶)

ترجمہ: بے شک اللہ کی رحمت محسنین سے قریب ہے،

محسنین جہاں بھی ہوں، سفر میں ہوں کہ حضر میں، بستی میں ہوں کہ ویرانے میں، شہر میں ہوں کہ صحرا میں، بر میں ہوں کہ بحر میں، دنیا میں ہوں کہ قبر میں خدا کی رحمت ان کے قریب ہی ہے۔گویا اللہ تعالیٰ کی رحمت مطلوب ہے تو ان کی طرف آئیے، ان کے در پر حاضری دیجئے، ان کا قرب اختیار کیجئے، پھر آپ کو محسوس ہوجائے گا پروردگار کی رحمت کتنی قریب ہے۔

شعائر اللہ: پھر یوں بھی دیکھئے، حضرت سیدہ ہاجرہ علیہا السلام ماں کی ماری پانی کی تلاش میں یعنی اپنے کام کیلئے پھر رہی ہیں اور صفا و مروہ کی جو پہاڑیاں ان کے قدم چوم رہی ہیں ان کو شعائر اللہ میں داخل کیا جارہا ہے۔قرآن پاک فرماتا ہے

"ان الصفا و المروة من شعائر الله" (البقرة......۱۵۸

ترجمہ: بے شک صفا اور مروہ اللہ کے نشانوں میں سے ہیں۔ (کنز الایمان)

غور فرمایا آپ نے اگر صفا و مروہ محض ایک اللہ کی بندی کے قدم چومنے کی بنا پر اللہ کے نشانوں میں شامل کر لی گئیں تو وہ مزارات جہاں اللہ کے بندے پورے کے پورے (جسم کے ساتھ) سکونت فرما ہیں، وہ شعائر اللہ میں کیوں داخل نہیں۔الٹی کھوپڑی والا کوئی کم نظر نادان اس کا انکار کرے تو کرے ورنہ بات بالکل واضح ہے۔قرآن پاک میں ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے۔

"فلا اقسم بموا قع النجوم" O (الواقعہ......۷۵)

ترجمہ: تو مجھے قسم ہے ان جگہوں کی جہاں تارے ڈوبتے ہیں۔

یہاں مواقع النجوم یعنی ستاروں کے ڈوبنے کی جگہوں سے مراد بعض بلند پایہ مفسرین کے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اولیاء کرام کے مزارات بھی ہیں۔چنانچہ مشہور مفسر علامہ محمد اسمٰعیل حقی فرماتے ہیں

" وقیل النجوم الصحابة والعلماء الھادون و مواقعھم القبور" (تفسیر روح البیان)

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ یہاں ستاروں سے مراد صحابہ اور ہدایت دینے والے علماء ہیں اور ان کے ڈوبنے کی جگہیں ان کی قبریں ہیں۔

تعظیم قبور: جب یہ شعائر اللہ ہیں تو پھر ان کی تعظیم کا حکم بھی قرآن پاک ہی دے رہا ہے۔ اور اسے ظاہر کا نہیں دل کا تقویٰ قرار دے رہا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

" ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب"O (الحج......۳۲)

ترجمہ: اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیز گاری سے ہے۔

یہ تو اللہ کی بارگاہ کے مقربین اور محبوبین کے مزارات ہیں۔ان کی عظمت شان کا اندازہ کون کر سکتا ہے، یہاں تو قربانی کے جانوروں اور ان کے گلے میں پڑنے والے قلادوں کو شعائر اللہ میں داخل کر کے ان کی تعظیم کا حکم دیا جا رہا ہے، ایسا حکم جس کی تعمیل سے پتا چل جاتا ہے کہ کس کے دل میں تقوی ہے اور تعمیل نہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ابھی اس کا دل تقویٰ سے خالی ہے۔ بنظر ظاہر بھیڑ بکری ایک عام سا جانور ہے، اشرف المخلوق کو ایسے حقیر سے جانور کے ادب واحترام کا حکم دیا جائے تو کتنا عجیب لگتا ہے مگر اس حقیر جانور کو جب کسی حاجی نے حج پر لے جا کر خدا کے نام پر قربان کرنے کیلئے خریدا اور علامتی طور پر اس کے گلے میں کوئی ہار وغیرہ ڈالا تو جانور جانور ہو کر بھی حقیر رہا نہ اس کے گلے کا ہار ہی۔اب ان کا ادب کرنا ہوگا اور اشرف المخلوق کو کرنا ہوگا، اگر خدانخواستہ اسے ان چیزوں کا ادب ملحوظ نہیں تو تقوے سے خالی ہے۔ پھر یہ بھی قرآن سے ثابت ہے کہ جو تقوی کے جس درجے پر فائز ہے، اتنا ہی اللہ کے حضور عزت والا ہے۔اب جو تقویٰ سے خالی ہے اللہ کے ہاں وہ عزت سے بھی بالکل محروم ہے۔ سنیے قرآن پاک کا اٹل فیصلہ ہے۔

" ان اکرمکم عند اللہ اتقکم" ط (الحجرات......۱۳)

ترجمہ: بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔ (کنز الایمان)

ادب رسالت: حضور پرنور ﷺ کے غلاموں کے (قربانی کے) جانوروں اور ان کے گلے کے ہاروں کی یہ قدر و قیمت ہے۔ کہ ان کا ادب تقویٰ کی علامت ہے تو پھر حضور پرنور ﷺ کے خاص غلاموں اور ان کے مزارات کی کیا شان ہوگی۔اور پھر خود آگے بڑھتے جایئے حضور ﷺ کی اپنی عظمت کا اندازہ کس کے بس میں ہے اور اس عظمت کو تسلیم کر کے ادب و تعظیم بجالانے والے کا کیا اجر و ثواب ہوگا۔ چنانچہ وہ شخص سب سے زیادہ خوش نصیب ہے جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ادب کی دولت میسر ہے، یقیناً اسی کیلئے بخشش اور اجر عظیم ہونا چاہیے۔ دیکھئے اس سلسلے میں قرآن پاک کی وضاحت

" ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولٰئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقویٰ ط لھم مغفرۃ و اجر عظیمO (الحجرات۳)

ترجمہ: بیشک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس ، وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیز گاری کیلئے پرکھ لیا ہے، ان کیلئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

مغفرت' اور اجر عظیم' سے لھم کا پہلے آنا علماء کی زبان میں حصر کا فائدہ دیتا ہے یعنی بخشش اور اجر عظیم انھیں کیلئے ہے جو حضور ﷺ کا ادب بجالاتے ہوئے آپ کی بارگاہ بیکس پناہ میں اپنی آوازیں بلند نہیں کرتے ان کے برعکس وہ لوگ جو حجروں سے باہر کھڑے ہو کر حضور ﷺ کو پکارتے ہیں، گستاخی ہی کے مرتکب نہیں ہوتے عقل سے بھی پیدل ہیں۔ یا یوں سمجھ لیجئے، بے عقلی اور بے ادبی لازم و ملزوم ہیں۔

عام مسلمانوں کی قبریں: بات چلی تھی مقربین و محبوبین کی قبروں کی تعظیم سے کہ وہ شعائر اللہ میں شامل ہیں لہذا قابل تعظیم ہیں۔آیئے احادیث مقدسہ کی روشنی میں یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں، خواص تو ایک طرف رہے، عام مسلمانوں کی قبروں کے بارے میں کیا ہدایات ہیں۔

ا......حضور پرنور ﷺ نے فرمایا

" کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور الافزوروھا فانھا تزھد فی الدنیا و تذکر للاخرۃ" (ابن ماجہ۔مشکوۃ)

ترجمہ: میں نے تمھیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا لیکن اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ (عمل) دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی یاد دلانے کا سبب ہوتا ہے

۲.........حضور پرنور ﷺ نے فرمایا۔

"من زار قبر ابو یہ او احد ھما فی کل جمعة غفرلہ' وکتب برا"(بیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: جوشخص جمعہ کے دن والدین کی یا ان میں سے ایک کی قبر کی زیارت کرے تو اس کی مغفرت کردی جاتی ہے اور اس کا نام نیکو کاروں میں لکھا جاتا ہے۔

۳.....حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ حضور پرنور ﷺ مدینہ منورہ کے قبرستان کے پاس سے گزرے تو قبروں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔

"السلام علیکم یا اھل القبور یغفر اللہ لنا ولکم وانتم سلفنا و نحن با لاثر" (الترمذی)

ترجمہ: اے قبر والو اللہ تعالیٰ ہماری اور تمھاری مغفرت فرمائے تم ہم پر سبقت کر گئے ہم بعد میں آنے والوں میں سے ہیں۔

۴.........حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قبرستان کی حاضری کے آداب سکھاتے ہوئے فرمایا کہ جب تم قبرستان میں جاؤ تو یہ کلمات کہو۔

"السلام علیکم ا ھل الدیار من المو منین والمسلمین وانا ان شا ء اللہ بکم للاحقون نسال اللہ لنا ولکم العا فیة" (مسلم)

ترجمہ: اس بستی کے مسلمان اور مومن رہنے والو۔ تم پر سلامتی ہو، بیشک اللہ نے چاہا تو ہم بھی عنقریب تم سے ملاقات کرنے والے ہیں، ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمہارے عافیت کے طالب ہیں۔۔

۵.........حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ زیارت قبور کے وقت کیا کہوں تو فرمایا

"قو لی السلام علی اھل الدیار من المومنین والمسلمین ویرحم اللہ المستقد مین منا
" والمستا خرین وانا انشاء اللہ بکم للاحقون" (مسلم)

ترجمہ: (اے عائشہ یوں کہا کر) بستی کے مسلمان اور مومن رہنے والوں کو سلام۔ اللہ ہمارے پہلوں اور پچھلوں پر رحم فرمائے اور (اے اہل قبور) ہم عنقریب تم سے ملاقات کرنیوالے ہیں

۶.........حضور پرنور ﷺ نے فرمایا۔

"لان یجلس احدکم علیٰ جمرة فتحرق ثیا بہ' فتخلص الیٰ جِلدِہٖ خیرلہ' من ان یجلس علی قبرٍ" (مسلم)

ترجمہ: تم میں سے اگر کوئی انگارے پر بیٹھے اور وہ اس کے کپڑوں کو جلا کر جلد تک پہنچ جائے تو یہ اس کیلئے قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔

۷.........ابومرثد غنوی رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق حضور ﷺ نے فرمایا۔

"لا تجلسو علیٰ القبور ولا تصلوا الیھا" (مسلم)

ترجمہ: قبروں پر نہ بیٹھا کرو اور نہ ان کی طرف رخ کرکے نماز پڑھو،

۸.........حدیث میں ہے حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں۔ "جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی مرے اور اس کو مٹی دے چکو تو تم میں ایک شخص قبر کے سرھانے کھڑا ہو کر کہے "یا فلاں بن فلانہ" وہ سنے گا اور جواب نہ دے گا۔ پھر کہے "یا فلاں بن فلانہ" وہ سیدھا ہو کر بیٹھ جائے گا۔ پھر کہے "یا فلاں بن فلانہ" وہ کہے گا ہمیں ارشاد کر، اللہ تجھ پر رحم فرمائے، مگر تمھیں اس کے کہنے کی خبر نہیں ہوتی۔ پھر کہے۔

"اذ کر ما خر جت علیہ من الدنیا شھادة ان لا الہ الااللہ و ان محمدًا عبد ہ' و رسولہ'
صلی اللہ تعا لیٰ علیہ وسلم و انک رضیت با للہ رباً وّ با لاسلام دیناً وّ محمدٍ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نبیاً وّ با لقرآن اماماً"

نکرین ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے، چلو ہم اس کے پاس کیا بیٹھیں جسے لوگ اس کی حجت سکھا چکے"۔ اس پر کسی نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ اگر اس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو۔ فرمایا، حوا کی طرف نسبت کرے۔ اس حدیث کو طبرانی نے کبیر میں اور ضیا نے احکام میں اور دوسرے محدثین نے روایت کیا۔ بعض اجلہ ائمہ تابعین فرماتے ہیں جب قبر پر مٹی برابر کر چکیں اور لوگ واپس جائیں تو مستحب سمجھا جاتا کہ میت سے اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر یہ کہا جائے

" یا فلان بن فلان قل لا الٰہ الا اللہ " تین بار۔ پھر کہا جائے " **قل ربی اللہ و دینی الاسلام و نبی محمد صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم** "

(بہارشریعت حصہ چہارم)

مسئلہ: قبر پر بیٹھنا، سونا، چلنا پاخانہ و پیشاب کرنا حرام ہے۔ قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا اس سے گزرنا ناجائز ہے خواہ نیا ہونا اسے معلوم ہو یا اس کا گمان ہو۔ (عالمگیری، درمختار)

مسئلہ: اپنے کسی رشتہ داری قبر تک جانا چاہتا ہے مگر قبروں پر گزرنا پڑے گا تو وہاں تک جانا منع ہے، دور ہی سے فاتحہ پڑھ دے۔ قبرستان میں جوتیاں پہن کر نہ جائے۔ ایک شخص کو حضور اقدس ﷺ نے جوتے پہنے دیکھا تو فرمایا جوتے اتار دے۔ نہ قبر والے کو تو ایذا دے نہ وہ تجھے۔ (بہارشریعت حصہ چہارم)

ایذا کی صورتیں: آپ نے ملاحظہ فرمایا کتاب و سنت کی روشنی میں قبور کی حیثیت کو۔ ان کا ادب سکھایا گیا ہے اور بے ادبی سے روکا گیا ہے۔ بلکہ یہ ارشاد نبوی کہ " تو قبر والے کو ایذا نہ دے اور وہ تجھے نہ دے۔ کتنا معنی خیز ہے۔ قبر والے گویا سنتے ہی نہیں اور جواب ہی نہیں دیتے، یہ بھی امکان ہے کہ کسی کو ایذا بھی دے سکیں۔ جہاں تک ایذا دینے کی بات ہے، اس کی دو صورتیں ہی سمجھ میں آتی ہیں ایک یہ قدرت نے انھیں ایذا دینے طاقت بخشی ہے، دوسری یہ کہ حق سے اس طرح دعا کریں جس طرح مظلوم ظالم کے خلاف کرتا ہے اور اس دعا کی اہمیت یہ ہے کہ حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مظلوم کی دعا کو یقینی طور پر قبول ہونے والی دعاؤں میں داخل کیا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

حق یہ ہے کہ ایذا دینے کی کوئی بھی صورت ہو تو خطرے سے خالی نہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مردوں کے سننے کی اور سمجھنے کی وضاحت ہو چکی تو بددعا کا مسئلہ بھی بالکل واضح ہو جاتا ہے (بلکہ جہاں وہ کسی کو بددعا دیتے ہیں، تو کسی کو دعا بھی ضرور دیتے ہوں گے۔ اور اگر ان کی بددعا قبول ہے تو دعا کے قبول ہونے میں کیا شبہ رہ گیا۔ نتیجہ یہ نکلا اہل قبور دعا بھی دیتے ہیں اور بددعا بھی اور ان کی دعا بھی قبول ہوتی ہے بددعا بھی۔ غور فرمائیے کیا اسی سے یہ بات واضح نہیں ہو جاتی کہ اولیاء کرام علیہم الرضوان کے مزارات کی تعظیم کرنے والوں سے وہ مقدس ہستیاں خوش ہو جاتی ہیں اور ان کے حق میں دعائیں کرتی ہیں۔ بے ادبی کرنے والے ان سے بددعائیں لیتے ہیں اور مارے جاتے ہیں۔ پھر اس مارے جانے کی یہ صورت تو بالکل ظاہر ہے کہ دنیا کا نقصان ہو جائے اولاد مر جائے۔ یا مال تباہ و برباد ہو جائے مگر اس سے بھی زیادہ خطرناک یہ صورت ہے کہ ظاہر میں تو تباہی و بربادی نظر نہ آئے، البتہ ایمان سلب ہو جائے۔ یقیناً دنیا کے عذاب سے دین کا یا آخرت کا عذاب زیادہ سخت ہے اور عموماً محبوبان خدا کے گستاخوں کو یہی سزا ملتی ہے کہ ان کا ایمان سلب ہو جاتا ہے، عقل ماری جاتی ہے۔ احساس زیاں جاتا رہتا ہے اور یوں انھیں توبہ کی توفیق بھی نہیں ملتی دیکھنے والوں کو تو ان کا نقصان نظر نہیں آتا مگر اہل نظر کے نزدیک ان کی حالت سخت عبرتناک ہوتی ہے۔ وہ لوگ جنھوں نے جنت البقیع میں اہل بیت اطہار، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین کے مزارات کو مسمار کیا، سوچئے ان کا کیا حال ہونا چاہئے۔ عقل و ایمان کے سلب ہونے کی یہ صورت کتنی ہیبت ناک ہے کہ مزارات کے دشمنوں نے بعض مساجد پر بھی ہاتھ صاف کیا اور صدیوں سے بنی ہوئی مساجد پر بلڈوزر پھیرتے ہوئے انھیں ذرہ بھر احساس نہیں ہوا۔ خداوند قہار و جبار نے منافقوں کے دلوں پر مہر لگانے کی جو بات کی اور " **انتم لا تشعرون** " (تمھیں شعور تک نہیں ہوگا) کی جو وعید سنائی تھی، کیا یہ اسی کا ظہور نہیں ہے۔ آج ہندوستان میں بابری مسجد کو جسے بابر بادشاہ نے تعمیر کیا تھا شہید کیا جائے تو ملت اسلامیہ سراپا احتجاج بن جاتی ہے، حرمین شریفین میں جو اسلام کے عظیم ترین مرکز ہیں میں صحابہ و تابعین کی مساجد کو بے دریغ شہید کیا جائے، پھر شہید کرنے والے ہندو، سکھ، یہودی یا عیسائی نہیں بلکہ خود کو مسلمان اور موحد کہتے ہوں تو ایمان و عقل ضائع ہونے کے سوا اسے کیا کہا جا سکتا ہے۔ مزارات سے تو ایمان و عقل کے دشمنوں کے نزدیک شرک پھیلتا ہے مساجد سے کیا پھیلتا ہے۔ میں اپنے پیر و مرشد محسن و مربی حضور نقش لاثانی قدس سرہٗ کی معیت میں ۱۹۷۶ء میں حج و زیارت کیلئے گیا تو مکہ معظمہ کے کوہ بوقبیس پر ایک مسجد تھی جسے مسجد ہلال یا مسجد بلال کہا جاتا ہے ۲۰۰۰ء میں گیا تو اسے مسمار کر کے وہاں بادشاہوں نے اپنا ایوان تعمیر کر لیا تھا۔ اب کون ان سے پوچھے، اے شرک فروشو کیا خدا کا گھر ڈھا کر اپنا گھر بنانا بھی خدا سے مقابلہ ہے یا نہیں اور ایسا کرنے والو! تمھیں خدا کے غضب سے کون بچا سکتا ہے؟ اگر عقل و ایمان سلب نہ ہوتی تو تم ایسی جرات کیونکر کرتے۔ یقیناً تم پر عذاب کی گرفت بہت سخت ہے کہ ان حرکتوں پر بھی تمھیں توبہ کی توفیق نہیں ملتی۔ یاد رکھو خدا کے گھر کی جگہ اپنا گھر بنایا جائے تو وہ ریت کے گھر سے بھی زیادہ کمزور ہوگا، مگر جس کی عقل ماری گئی ہو اور ایمان ضائع ہو چکا ہو، اسے کون سمجھائے۔

اہل قبور کے تصرفات: اب آیئے پہلی صورت کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خصوصی طاقتوں سے نوازا ہوتا ہے لہٰذا ان خداداد تصرفات سے بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ بظاہر یہ "مردہ" ہیں اس لئے کہ قبر میں ہیں مگر اصل میں "زندہ" ہیں بلکہ "زندگی" کا بہت بڑا مرکز ہیں۔ ذرا سوچئے یہ حدیث قدسی جو آپ نے بارہا سنی اور زیر نظر مضمون میں بھی دیکھی ہوگی۔ ایک طویل حدیث قدسی کا مختصر سا اقتباس ہے

" و ما یزال عبدی یتقرب الیٰ بالنوافل حتیٰ احببتُہ' فاذا احببتہ' فکنت سمعہ' الذی یسمع بہٖ و بصرہ الذی یبصر بہٖ و یدہ التی یبطش بھا ور جلہ التی یمشی بھا وان سالنی لا عطینہ' ".....الخ (بخاری)

ترجمہ: اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، پھر جب اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو اسے عطا کرتا ہوں۔

شارحین نے فرمایا ہے کہ اللہ کا نور جلال کان میں آجائے تو وہ نزدیک و دور کی آوازیں سن لیتا ہے (یہی نور جلال) آنکھوں میں آجائے تو قریب و دور کی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے، (یہی نور جلال) ہاتھ میں آجائے تو قریب و دور تک تصرف کر سکتا ہے۔ (تفسیر کبیر علامہ رازی علیہ الرحمہ)

خیال فرمایئے ایک شخص قرب خداوندی کے اس مقام پر فائز ہے تو کیا وصال کے بعد یہ قرب ختم ہو جائے گا۔ جس طرح مرنے سے ایمان نہیں مرتا ،اسی لئے اوپر احادیث مقدسہ میں گزرا کہ قبر والوں کو سلام یوں کرتا ہے۔

" السلام علیکم اھل الدیار من المو منین"

یعنی اس بستی (قبرستان) کے رہنے والے مومنو! تم پر سلام ہو۔ ظاہر ہے تو ایمان باقی ہے تو اس کا اعلیٰ درجہ یعنی قرب کیوں باقی نہیں اور اگر قبر والا قرب والا ہے تو اللہ کا نور جلال اس کے کان میں بھی ہے، آنکھ میں بھی، ہاتھ میں بھی ہے، پاؤں میں بھی۔ اگر اللہ کا نور جلال موت کی زد میں نہیں آسکتا تو جس مرد مومن میں اس کی جلوہ گری ہے، اس پر بھی معروف معنیٰ میں موت کب وارد ہو سکتی ہے۔ ہاں ہاں اللہ کا نور جلال ہمیشہ ہمیشہ کیلئے باقی ہے، بندۂ مقرب بھی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے باقی ہے۔ جب روح سے سننے والا مسلمان ہو یا کافر، قبر میں سنتا ہے، زائرین کو پہچانتا ہے بلکہ جوتوں کی آواز بھی محسوس کرتا ہے، تو نور جلال سے سننے اور دیکھنے والے کی قوتوں کا کیا کہنا۔ تفصیل دیکھنا تو شرح الصدور بشرح حال الموتیٰ القبور از علامہ محدث اعظم عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی میں دیکھئے۔ اس کتاب سے ایک دو واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

چند واقعات: ۱......ابوشیخ ابن حبان نے "کتاب الوصایا" میں اور حاکم نے 'مستدرک' میں اور بیہقی نے 'دلائل' میں عطا خراسانی سے روایت کی ،وہ فرماتے ہیں: "مجھے ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کی بیٹی نے بتایا کہ جنگ یمامہ میں ثابت شہید ہو گئے۔ ان پر ایک نفیس چادر تھی ایک مسلمان نے وہ اٹھالی۔ ایک مسلمان سو رہا تھا، ثابت خواب میں اس کو نظر آئے اور چادر کا حال بتایا نیز یہ بیان کر دیا جو شخص چادر لے گیا ہے، اس کا خیمہ بالکل آخر میں ہے اور اس کے خیمہ کے پاس ایک گھوڑا بندھا ہوا ہے۔ اس شخص نے چادر پر ہنڈیا ڈھک دی ہے اور ہنڈیا پر کجاوہ رکھ دیا ہے۔ تو تم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ' کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ میری چادر لے لیں اور جب آپ مدینہ میں حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ' کے پاس جائیں، تو ان سے عرض کرنا کہ مجھ پر فلاں حضرات کا اتنا قرض ہے۔ چنانچہ اس شخص نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ' سے یہ سارا ماجرا کہہ سنایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' نے بھی ان کی وصیت پوری کی"

۲............ابن ابی الدنیا اور ابن جوزی نے کتاب عیون الحکایات میں اپنی سند کے ساتھ روایت کی کہ

"صعب رضی اللہ عنہ بن جثامہ اور عوف رضی اللہ عنہ' بن مالک آپس میں ایک دوسرے کے منہ بولے بھائی تھے تو صعب نے کہا اے بھائی! ہم میں سے جو پہلے انتقال کر جائے وہ دوسرے کے خواب میں آئے عوف نے کہا کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے؟ صعب بولے ہاں یہ ممکن ہے۔ چنانچہ صعب کا انتقال ہو گیا۔ اور انکو عوف نے خواب میں دیکھا تو حال دریافت

کیا جواب دیا' کچھ تکلیف کے بعد میرے رب نے مجھے بخش دیا۔ عوف نے ان کی گردن میں ایک سیاہ چمکیلی پٹی دیکھی تو اس کی بابت پوچھی تو بولے یہ وہ دس دینار ہیں جو میں نے ایک یہودی سے قرض لیئے تھے، وہ آج میرے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیئے گئے ہیں، آپ انہیں ادا کر دیں تو اچھا ہے۔ علاوہ ازیں میرے گھر والوں کے جتنے واقعات ہوئے اور ہو تے ہیں، سب مجھے بتائے جاتے ہیں، حتیٰ کہ چند روز قبل جو میری بلی مری تھی، اس کی اطلاع بھی مجھے مل گئی اور آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ میری بیٹی چھ روز بعد مر جائے گی، اسے اچھی طرح رکھیں اور اچھا برتاؤ کریں۔

عوف صبح ہوتے صعب کے گھر گئے تو ایک برتن میں دس دینار پائے اور انھیں لے کر یہودی کے پاس پہنچے تو اس سے پوچھا' صعب پر تمھارا قرض ہے؟ بولا دس دینار تھے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے بہترین صحابی تھے۔ اللہ ان پر رحم کرے'۔ میں نے دینار اسے دیئے، تو بولا' یہ تو وہی دینار ہیں جو میں نے دیئے تھے'۔

پھر میں نے ان کے گھر والوں سے پوچھا' کیا صعب کے انتقال کے بعد آپ کے ہاں کوئی نیا واقعہ پیش آیا ہے تو انھوں نے تازہ واقعات میں بلی کے مرنے کا ذکر بھی کیا، پھر میں نے پوچھا' میری بھتیجی کہاں ہے'۔ انھوں نے کہا' کھیل رہی ہے'، میں نے چھو کر دیکھا تو وہ بخار میں مبتلا تھی۔ میں نے ان لوگوں سے کہا' اس کا خوب خیال رکھنا، پھر وہ چھ روز کے بعد مر گئی''۔

۳............ابن ابی الدنیا نے اپنی سند سے ابو عبداللہ شامی رضی اللہ عنہ' سے روایت کی، وہ فرماتے ہیں۔

''ہم رومیوں سے جنگ کیلئے نکلے تو ہماری جماعت کے لوگ دشمن کے تعاقب میں چل دیئے۔ اتفاقاً دو آدمی جماعت سے بچھڑ گئے۔ ان میں سے ایک نے بتایا کہ ہمیں رومیوں کا ایک سردار ملا اور اس نے ہمیں دعوت جنگ دی۔ تھوڑی دیر ہم لڑے تو ایک ساتھی قتل ہو گیا تو میں بھاگ کھڑا ہوا اور اپنی جماعت کو ڈھونڈنے لگا۔ راستے میں مجھ کو میرے نفس نے ملامت کی کہ ساتھی تو تجھ سے پہلے ہی جنت میں پہنچ گیا اور تو بھاگتا پھرتا ہے۔ چنانچہ میں واپس آیا اور اس شخص سے دوبارہ لڑنے لگا، اس دوران اس نے ایسی چوٹ ماری کہ میں گر گیا۔ وہ میرے سینے پر بیٹھ گیا اور کسی چیز سے قتل کرنے والا ہی تھا کہ میرے شہید ساتھی نے آکر اسے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹ لیا اور اس کے قتل پر میری مدد کی چنانچہ ہم نے مل کر اس کو قتل کر دیا۔ پھر وہ میرے ساتھ درخت تک چلتا رہا۔ پھر گر گیا اور حسب سابق مقتول ہو گیا۔

شرح الصدور میں ایسے بیشمار واقعات ہیں جس سے قبر والوں کی زندگی کے شواہد ملتے ہیں، اس کتاب کی صرف فہرست ہی دیکھ لی جائے تو برزخ کی دنیا اپنی رونقوں اور رعنائیوں کے ساتھ آنکھوں کے سامنے گھومنے لگتی ہے۔ مثلاً ایک باب کا عنوان ہے۔

"باب زیارۃ القبور وعلم الموتیٰ بزوّارھم ورؤیتھم لھم" یعنی قبور کی زیارت اور مردوں کا اپنے زائرین کو جاننے اور دیکھنے کا باب آج سے کئی صدیاں پہلے کے ایک عظیم محدث کے قلم سے یہ لکھی ہوئی کتاب موجودہ دور کے بہت سے فرقہ وارانہ اختلاف کا فیصلہ کر دیتی ہے۔ پھر محدث بھی کوئی عام محدث نہیں بلکہ جسے بجا طور پر اپنے دور کا محدث اعظم، کہا جا سکتا ہے، جس نے بارہا خود حضور سرور کون و مکاں ﷺ کی بیداری میں زیارت کی اور جس کی تحقیق مقبول بھی ہے اور اہل اسلام کا عظیم سرمایہ بھی۔ انھوں نے اس کتاب میں جو کچھ بیان کیا ہے، اسلام کے برزخی عقائد کی ترجمانی ہے۔ اس کے چند ابواب کے صرف عنوانات کی سیر کر لیجئے۔ (ساٹھ ابواب میں سے بعض حسب ذیل ہیں)

باب۱۰............اللہ سے حسن ظن اور خوف کا بیان — باب۱۸............مرنے والے کی روح سے دوسری ارواح کی ملاقات

باب۱۹............میت کو غسل اور کفن دینے والے کو پہچاننا نیز اپنے بارے میں کی جانے والی باتوں کا سننا

باب۲۸............بعض اشخاص سے سوال قبر نہ ہوگا — باب۳۹............قبروں میں مردوں کے حالات

باب۴۷............نیند میں زندوں اور مردوں کی ارواح کی ملاقات — باب۵۰............مردے کو برا بھلا کہنے کی ممانعت اور مردوں کو زندوں کی ایذا رسانی کا علم

جہاد اور شہادت

مفتی احمد یار خاں نعیمی

س......اسلام میں جہاد کیوں رکھا گیا۔ یہ تو وحشیانہ کام ہے خونریزی اور امن برباد کرنے میں کیا فائدہ ہے۔

جواب: جہاد میں بہت حکمتیں ہیں۔ چند حسب ذیل ہیں جن کا وجود امن کیلئے خطرہ ہو۔ ان کو دبا دینا یا مٹا دینا گویا امن قائم کرنا ہے۔ حکومتیں بدمعاشوں کو سزائیں دیتی ہیں۔ تاکہ نیک لوگ امن سے رہیں۔ کھیت سے گھاس دور کی جاتی ہے تاکہ فصل کو ضعف نہ پہنچے۔ گلا سڑا عضو کاٹ دیا جاتا ہے۔ تاکہ تندرست عضو کو خراب نہ کرے۔ کفار دنیا کیلئے گویا گھاس یا جسم درست میں خراب عضو ہیں، مرد مومن گویا فصل یا تندرست جسم ہے۔ ان کو مغلوب کرنا نیکوں کو امن دینا ہے۔ جہاد سے قومی قوت پیدا ہوتی ہے۔ جس سے قوم باعزت زندگی بسر کرسکتی ہے۔ جہاد سے عبادات کی آزادی حاصل ہوتی ہے۔ تلوار کے سایہ میں مسجدیں قائم اور اسلامی احکام جاری ہو سکتے ہیں۔ تلوار قرآن کا راستہ صاف کرتی ہے اور قرآن تلوار کو بے محل چلنے سے روکتا ہے۔ جیسے تندرستی کیلئے بیماری کے اسباب دور کرنا لازم ہے۔ ایسے ہی دینی قوت کیلئے غلبہ کفر مٹانا ضروری ہے۔

س: کیا جہاد سے یہ مقصود ہے کہ کفار فنا کر دیئے جائیں؟

جواب: نہیں بلکہ یہ کفر کا غلبہ توڑ دیا جاوے۔ اگر جہاد کفر کا مٹانا مقصود ہوتا تو آج ہندوستان میں ایک کافر نظر نہ آتا۔ کیوں یہاں آٹھ سو سال اسلامی سلطنت رہ چکی ہے۔ اللہ کی زمین پر مسلمانوں کو بھی رہنے کا حق ہے کفار یہ گوارا نہیں کرتے جہاد کے ذریعے مسلمانوں کو ان کا یہ جائز حق دلوایا جاتا ہے

س: جہاد کو جہاد کیوں کہتے ہیں؟

جواب: جہاد جہد سے بنا ہے بمعنی مشقت۔ چونکہ تمام عبادات سے یہ زیادہ مشکل ہے کہ اس میں سفر بھی ہے۔ جان کا خطرہ بھی، مصیبتوں کا جھیلنا بھی۔ لہٰذا اسے جہاد کہا گیا ہے۔ یعنی مشقت والی عبادت اسی لئے اس کا ثواب بھی زیادہ ہے کہ مار کے آیا تو غازی، مر گیا تو شہید۔ لٹ گیا تو روزہ۔ لوٹ آیا تو عید۔

س: شہید کو شہید کیوں کہتے ہیں؟

جواب: یا تو شہید بمعنی حاضر ہے۔ کیوں کہ دیگر لوگ قیامت کے بعد جنت میں حاضر ہوں گے اور یہ مرتے ہیں سبز پرندے کی شکل میں جنت میں پہنچ جاتا ہے اور وہاں کے رزق کھاتا ہے لہٰذا شہید یعنی حاضر ہے یا اس لئے شہیدوں کو بارگاہ الٰہی میں حاضر کر کے پوچھا جاتا ہے کہ کچھ تمنا کر۔ عرض کرتا ہے مجھے پھر دنیا میں بھیجا جائے۔ تاکہ پھر شہید ہوؤں۔ جو لذت خاک و خون میں تڑپنے میں ملی وہ کبھی نہ ملی۔ حکم الٰہی ہوتا ہے ہم ایک بار پاس کر کے دوبارہ امتحان نہیں کرتے لہٰذا یہ شہید ہے یا شہید بمعنی گواہ ہے۔ یوں تو سارے مسلمان گزشتہ پیغمبروں کے گواہ ہیں۔ مگر شہید سرکاری گواہ۔

س: شہید کا اسلام میں کیا درجہ ہے؟

جواب: نبوت کے بعد صدیقیت ہے اور صدیقیت کے بعد شہادت۔ رب فرماتا ہے

"من النبیین والصدیقین والشھدآء والصلحین"

شہید پر نبی کی خاص تجلی ہے کہ نبی کی نیند وضو نہیں توڑتی اور شہید کی موت غسل نہیں توڑتی نبی کے فضلات امت کیلئے پاک ہیں۔ شہید کا خون پاک۔ نبی

وفات شریف کے بعد زندہ ہیں رزق پاتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔

" فنبی الله حی یرزق شهید"

شہید بھی بعد موت زندہ ہے رزق پاتا ہے۔

" بل احیاء عند ربهم یرزقون"

س: شہادت کا اتنا اعلیٰ درجہ کیوں ہے؟

جواب: اس لئے کہ ثواب بقدر مشقت ملتا ہے۔ چونکہ دیگر عابدین راہ الٰہی میں اپنا پیسہ یا وقت خرچ کرتے ہیں اور یہ جان اور جان سب سے اعلیٰ لہٰذا اس کا اجر بھی زیادہ۔ حکومتیں فوج کی بڑی عزت کرتی ہیں۔ جو مارا جائے اس کے بچوں تک سلوک کرتی ہیں۔ کیونکہ اس نے اپنی جان سے حکومت کی خدمت کی۔ ایسے ہی شہید بھی۔

س: سید الشہداء کون ہے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ یا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ:

جواب: ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

ان حضرات میں سے ہر ایک مختلف حیثیات سے سید الشہداء ہیں۔ ابو بکر فنافی الرسول کی حیثیت سے سید الشہداء ہیں کہ حضور ﷺ وفات خیبر والے زہر سے صدیق کی وفات غار والے مار کے زہر سے حضور ﷺ کی وفات دوشنبہ کے دن میں صدیق کی دوشنبہ کے دن کے بعد سہ شنبہ کی رات میں حضور ﷺ کے گھر میں وفات کی شب چراغ میں تیل نہیں۔ صدیق کے گھر میں کفن کے کیلئے کپڑا نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس لئے سید الشہداء ہیں کہ مدینہ پاک کی زمین مسجد نبوی ﷺ نماز فجر کی مشغولیت حضور کی محراب اس میں شہادت پھر روضہ پاک مصطفے ﷺ میں دفن۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس لئے سید الشہداء ہیں کہ مدینہ پاک کی زمین میں قرآن پاک کی تلاوت۔ خون کا قرآن پر گرنا بغیر مقابلہ کیے شہید ہونا امام حسین اس لئے سید الشہداء ہیں۔ کہ آپ پر وقت شہادت پردیس مہاجر بھی تین دن کے متواتر، روزہ دار بھی گھر بار کو راہ الٰہی میں لٹانے والے بھی اور بے مثل نمازی بھی جن کی نماز وضو تیمم سے بے نیاز ہے۔

س: واقعہ کربلا کیوں ہوا اس میں کیا حکمتیں ہیں۔

جواب: صحابہ کرام اور اہل بیت عظام قرآن کی زندہ تفسیر ہیں۔ قرآن نے شاکرین کے اجر بھی بیان کئے۔ اور صابرین کے بھی۔ خلفائے راشدین کی زندگی پاک شکر کی تفسیر ہے۔ اور حضرت امام کی زندگی مبارک صبر کی تفسیر شاکرین کو ذاکر خلفاء راشدین ہیں اور صابر ہو کر امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت تفسیر قرآن کی تکمیل ہے۔

س: اس صبر کیلئے امام حسین ہی کیوں تجویز ہوئے؟

جواب: اس لئے کہ امام حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں جنتی جوانوں میں کوئی مہاجر ہوگا کوئی غازی کوئی شہید۔ امام حسین کربلا سے پہلے بظاہر مہاجر نہ تھے نہ مجاہد نہ غازی۔ مرضی الٰہی تھی۔ کہ ایک واقعہ کربلا میں اس جنتی سردار کو سارے مدارج طے کرا دیئے جائیں، گویا کربلا کی تپتی ریت ان کیلئے ٹریننگ سکول تھا۔ اس لئے آپ پر مال۔ اولاد وطن۔ احباب جان غرض تمام چیزوں کی مصائب جمع کر دی گئیں۔

س: اگر امام حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔ تو جنت میں سب جوان ہی ہوں گے۔ تو چاہیے کہ آپ پیغمبروں اور صدیقین کے بھی سردار ہوں کہ وہ جنت کے جوان ہیں حالانکہ آپ امتی ہیں نبی کا سردار نہیں ہو سکتا اور پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب سے افضل نہ ہوئے۔

ج: جنتی جوانوں سے مراد وہ جنتی ہیں جو جوانی میں وفات پا جائیں۔ انہیں کے آپ سردار ہیں۔ کوئی پیغمبر دنیا سے جوانی میں نہ گئے، اور نہ صدیق اکبر و فاروق اعظم و مولیٰ علی۔ لہٰذا یہ حضرات اس حکم سے خارج ہیں۔

س: رب نے یہ مصائب کیوں رکھے ہیں۔ وہ بندوں کو مشقت میں کیوں ڈالتا ہے؟

جواب: یہ مصائب کھوٹے کھرے کی پہچان ہیں۔ اصلی نقلی سونا کسوٹی پر معلوم ہوتا ہے۔ جنگ کے میدان ایمان کی کسوٹیاں ہیں۔ مصائب سے گناہ کی معافی ہوتی ہے۔ جیسے آگ سے لوہے کی صفائی۔

س: کسوٹی پر وہ پرکھے جو عالم الغیب نہ ہو۔ رب جب عالم الغیب ہے تو اسے امتحان کی کیا ضرورت ہے؟

جواب: امتحان بھی دیکھنے کے ہوتا ہے کبھی دکھانے کیلئے۔ رب کے امتحانات دوسرے مقصد کیلئے ہیں، تا کہ قیامت میں جزا دیتے وقت کسی کو اعتراض کا موقع نہ ملے۔

س: تو چاہیے کہ سارے مسلمان مجاہد اور غازی ہوا کریں بغیر جہاد جنت نہ ملا کرے ورنہ مخلوق کا اعتراض ہوگا۔ نیز بغیر مصیبت گناہوں سے

صفائی نہ ہوگی۔

جواب: امتحان قریباً سب کا ہوتا ہے کسی کا آرام دے کر کسی کا مصائب بھیج کر، نوعیت کا امتحان جداگانہ ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام امتحان صبر میں کامیاب ہیں۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام شکر میں ہم گنہ کاروں کا بھی یہی حال ہے کسی کو دیکر امتحان ہے کسی سے لیکر نیز بعض چیزیں آگ سے پاک کی جاتی ہیں بعض پانی سے بعض مومن راحت کے ذریعہ صاف ہوتے ہیں بعض تکلیف کے طریقہ

س: امام حسین کے قاتل کون تھے سنی یا شیعہ؟

جواب: ان کے قاتل خالص شیعہ تھے۔ ان کے تین دلائل ہیں۔ ایک یہ کہ قاتلان امام حسین اہل کوفہ ہیں۔ اور کوفہ ہی میں حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہٗ کا دارالخلافہ اور ان کا جائے قیام تھا۔ ظاہر ہے کہ شیعہ جماعت وہاں ہی رہتی ہوگی۔ آج بھی لکھنو اور اودھ شیعوں کا مرکز اس لئے ہے وہاں شیعہ سلاطین رہے اور اگر شیعہ کوفہ میں آباد نہ تھے تو بتاؤ کہاں تھے۔ دوسرے یہ کہ اب بھی شیعہ جماعت میں تقیہ داخل فی الدین ہے۔ حالانکہ اس وقت امام حسین سے تقیہ نہ کیا۔ عبداللہ ابن زیاد نے کہا کہ بصرے سے حجازی لباس پہن کر حجاز کے راستہ سے کوفہ پہنچا تاکہ لوگ سمجھیں کہ امام حسین آ گئے۔ تیسرے یہ کہ آج بھی محرم میں شیعہ وہ ہی کام کرتے ہیں جو اس وقت یزیدیوں نے کئے تھے۔ امام کا جنازہ نکالنا علم و تعزیہ کا جلوس اس میں ناچ کود اہل بیت نے یہ کام نہیں کئے۔

س: شیعہ ماتم میں سینہ کیوں کوٹتے ہیں کیا اس کی کوئی اصل ہے بعض جگہ زنجیر سے تلوار سے ماتم ہوتا ہے؟

جواب: اس لئے کہ ان کے سینوں میں عداوت صحابہ کرام بھری ہے۔ وہ سینے کوٹنے پیٹنے کے ہی قائل ہیں۔ یہاں خود پیٹتے ہیں آخرت میں ان سینوں کو فرشتے کوٹیں گے" ذالک العذاب الاخرۃ اکبر "اگر یہ سینہ کوبی اظہار محبت کا طریقہ ہوتا۔ تو ان سے زیادہ اہل کی محبت رکھنے والے امام زین العابدین رضی اللہ عنہٗ تھے کیا وہ نیزوں برچھوں سے ماتم کیا کرتے تھے۔

س: شہیدوں کو زندہ کیوں فرمایا گیا؟

جواب: اس لئے کہ انہوں نے اپنی فانی زندگی راہ حق میں قربان کی لہٰذا انہیں باقی اور جاودانی زندگی عطا ہوئی جزا مطابق عبادت عطا ہوتی ہے۔

مولانا فرماتے ہیں

جاں وہی از بہر حق جا نت دہند
نان دہی از بہر حق نا نت دہند

رب نے فرمایا! "لئن شکر تم لا زیدنکم"

س: اگر شہید زندہ ہیں تو ان کی بیویاں دوسرے کے نکاح میں کیوں آ جاتی ہیں اور ان کی میراث کیوں تقسیم ہو جاتی ہے؟

جواب: یہ حسی اور جسمانی زندگی کے احکام ہیں کہ انسان کی بیوی اور مال دوسرے کو نہ ملے۔ شداء کی زندگی برزخی روحانی حکمی ہے۔ جو احساس میں نہیں آتی۔ اسی لئے فرمایا گیا!

"بل احیاء ولکن لا تشعرون"

اس کی زیادہ تحقیق تفسیر نعیمی پارہ دوم میں اس آیت کی تفسیر میں دیکھو۔

ایک عجیب الخلقت مچھلی

حضرت جابر رضی اللہ عنہٗ کا بیان ہے کہ ہم لوگوں کو اس سفر (موتہ) میں تقریباً ایک مہینہ رہنا پڑا اور جب بھوک کی شدت سے ہم لوگ درختوں کے پتے کھانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے غیب سے ہمارے رزق کا یہ سامان پیدا فرما دیا کہ سمندر کی موجوں نے ایک اتنی بڑی مچھلی ساحل پر پھینک دی جو ایک پہاڑی کے مانند تھی چنانچہ تین سو صحابہ اٹھارہ دنوں تک اس مچھلی کو گوشت کھاتے رہے اور اس کی چربی اپنے بدن پر ملتے رہے اور اور جب وہاں سے روانہ ہونے لگے تو اس کا گوشت کاٹ کاٹ کر مدینہ تک لائے اور جب یہ لوگ بارگاہ نبوت میں پہنچے اور حضور ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لئے رزق کا سامان ہوا تھا۔ پھر آپ نے اس مچھلی کو گوشت طلب فرمایا اور اس میں سے کچھ تناول بھی فرمایا یہاں تک بڑی مچھلی تھی کی امیر لشکر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہٗ نے اس کی دو پسلیاں زمین میں گاڑ کر کھڑی کر دیں تو کجاوہ اونٹ اس محراب کے اندر سے گزر گیا۔

(بخاری ج ۲ ص ۶۲۵ سنی البحر وزرقانی ج ۲ ص ۲۸۰)

دونوں شہزادے

☆☆..........☆☆☆..........☆☆

آل اطہار کا میں گدا ہوں ،میرے پاس اور کچھ بھی نہیں
اس گدائی پہ قربان سب کچھ، یہ گدائی بہشت بریں ہے
مجھ کو ان کے کرم کا سہارا ،میرا ان کی عطا پر گزارا!
ان کے نانا کی، پھر ان کی رحمت، زند گی متاع ثمیں ہے
دونوں شہزادے خیر الوریٰ کے، دونوں فرزند خیر النسا ء کے
سب کو ملتی ہے خیرات ان سے، ان کی خیرات خیر آفریں ہے
بن کے خدام آئیں فرشتے ،ان کی چکی چلائیں فرشتے
ان کا جھولا جھلاتا ہے وہ بھی، وہ بہر حال سدرہ نشیں ہے
حسن والوں کے سردار دونوں عشق والوں کے سالار دونوں
دونوں ہیں آئنے مصطفیٰ کے، کو ئی بتلائے ان سا کہیں ہے؟
ان کی گفتار تفسیر قرآن، ان کا کردار عنوانِ احساں
شاہ لولاک کے یہ نواسے ،لوح تقدیر ان کی جبیں ہے
دین کے تو یہی ہیں نگہباں ، کیوں نہ ان کی محبت ہو ایماں
ان کے صدقے میں ملتا ہے ایقاں ، ان کے صدقے سے محفوظ دیں ہے
کیوں حراساں ہو جوش بلا سے، عرض کرلو شاہ کربلا سے
ہے یہی چارہ قلب تپاں کا، یہ مداوائے جان حزیں ہے

سن ہجری اور ماہ محرم

اسلامی سن کا آغاز امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں کیا۔ اور اسے ہادی اعظم، رحمت عالم ﷺ کے واقعہ ہجرت سے نسبت دی، ہجرت یوں تو نقل مکانی یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کا نام ہے۔ مگر جس ہجرت پر بے پناہ ثواب کا دارومدار ہے، وہ ہے خدا تعالیٰ و رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں اپنا گھر بار چھوڑنا، مال و متاع سے ہاتھ دھو کر وطن سے بے وطن ہونا، اگر کوئی اس بنیادی نقطے کو فراموش کر کے کسی اور غرض سے کہیں، حتیٰ کہ مدینہ منورہ میں جا ٹھہرے، مہاجر (فی سبیل اللہ) نہیں حضور سید عالم نور مجسم ﷺ فرماتے ہیں۔

"اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، ہر شخص کو وہی کچھ ملے گا، جس کی اس نے نیت کی۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کیلئے ہجرت کرے گا تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہو کہ اسے حاصل کرے یا کسی عورت کی نیت سے کہ اس سے نکاح کرے تو اس کی ہجرت اسی طرف ہے جہاں کی اس نے نیت کی۔

(بخاری شریف، مسلم شریف)

اقبال علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

از وطن آقائے ما ہجرت نمود
عقدۂ قومیت مسلم کشود

یعنی ہمارے آقا و مولا حضور ﷺ نے اپنے وطن مالوف مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر اسلام کا نظریہ قومیت سمجھا دیا۔ اگر قوم وطن سے بنتی (جیسا کہ مولانا حسین احمد صاحب صدر دیوبند کا نقطۂ نظر تھا) یا نسل سے بنتی (جیسا کہ نسل پرستوں کا خیال ہے) تو سید عالم ﷺ اپنے قبیلہ قریش اور اپنے شہر مکہ چھوڑ کر مدینہ منورہ میں انصار کے ہاں قیام نہ فرماتے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے واقعہ ہجرت سے ہجری سن کا آغاز کیا تھا کہ اہل اسلام اس تصور کو کبھی فراموش نہ کر سکیں۔ اٹھتے بیٹھتے انہیں اپنی قومی وحدت ملحوظ رہے آج پاکستان میں چار قومیتوں کا جو نعرہ لگایا جا رہا ہے۔ اس تصور کو فراموش کرنے کا نتیجہ ہے۔

محرم الحرام کی فضیلت: قرآن حکیم کی رو سے سال اور بارہ مہینوں میں سے چار (رجب، ذیقعدہ، ذی الحج، محرم، حرمت والے ہیں، یوں تو گناہ ہر وقت گناہ ہے، مگر ان مبارک مہینوں میں اس کا خطرہ زیادہ سنگین ہے۔ محرم الحرام کی عظمت اس بات سے ظاہر ہے کہ اس "شھر "اللہ "(اللہ کا مہینہ) اور "شھر الانبیاء" (یعنی انبیائے کرام علیہم اسلام کا مہینہ) بھی کہا جاتا ہے اس کی دس تاریخ (یوم عاشورہ) میں تاریخ انسانی کے عظیم و مبارک واقعات رونما ہوئے۔ مثلاً اس دن زمین و آسمان کی پیدائش، سب سے پہلی بارش اور حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ اس روز کشتی نوح علیہ السلام پار لگی اور ادریس علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھایا گیا، نار نمرود فرعون کی غرقابی کا بھی یہی دن ہے نواسۂ رسول جگر گوشہ بتول سیدنا امام حسین علیٰ جدہ وامہ علیہ السلام بھی معراج شہادت پر اسی دن فائز ہوئے۔

عاشورہ کے دن کیا کریں: حضور سید عالم ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے تو یہودی دس محرم کو روزہ رکھا کرتے تھے، وجہ پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرعون پر فتح کا دن ہے چنانچہ انہوں شکرانے کا روزہ رکھا تھا۔ ہم بھی انہیں کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا! ہم تم سے موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ

قریب ہیں۔ چنانچہ سرکار دو عالم ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور (دوسروں کو بھی) اس کا حکم دیا، بلکہ بعد میں نویں محرم کا روزہ ساتھ ملانے کا ارادہ ظاہر فرمایا (تا کہ ایک روزہ رکھنے میں یہودیوں سے جو مشابہت کا شائبہ نظر آتا ہے، جاتا رہے، یوم عاشورہ کے روزے کی فضیلت سنیئے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

''میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ عاشورے کے روزے کو گزشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بنادے''۔

روزے کے علاوہ اور کیا کرنا چاہیے۔ بیہقی شریف کی حدیث میں ہے

''جس نے عاشورہ کے دن اپنے کنبے والوں پر زیادہ خرچ کیا، اللہ تمام سال اس پر فراخی وسعت فرمائے گا''۔ (یعنی برکت دے گا)

شہوار کربلا رضی اللہ عنہٗ کی یاد: یہی یوم عاشورہ تھا جب کربلا میں نواسہء رسول جگر گوشہ بتول سیدنا حضرت امام حسین علیٰ جدہ امہ علیہ السلام نے مختصر سے جاں نثاروں کے ساتھ ایک لشکر جرار کا جرات سے مقابلہ کر کے جان جانِ آفرین کے سپرد کی۔ **" انا لله وانااليه راجعون"**

جہاں تک شہزادہ گلگوں قبا سیدنا حسین مجتبیٰ رضی اللہ عنہٗ کی فضیلت وعظمت کا تعلق ہے، کتاب وسنت کی روشنی میں اس سے انکار ناممکن ہے۔ اہل بیعت کے جو فضائل آیات قرآنی میں موجود ہیں، ان میں بلا شبہ امہات المومنین (یعنی حضور ﷺ کی ازواج مطہرات) کے علاوہ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا، مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ اور ان کے دونوں فرزند بھی شامل ہیں (رضی اللہ عنہم اجمعین) قرآن حکیم میں جہاں ان کی محبت فرض کی گئی ہے اور جہاں ان کی طہارت کا اعلان کیا گیا ہے، یقیناً سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہٗ کی محبت بھی اس میں داخل ہے اور آپ کے پاک ہونے کا اعلان بھی واضح ہے۔ پھر حدیث میں ان دونوں بھائیوں کیلئے بارگاہِ خداوندی میں یوں عرض کرنا بھی منقول ہے۔

''اے اللہ مجھے ان دونوں سے محبت ہے، تو بھی ان دونوں سے محبت فرما بلکہ اس سے بھی محبت فرما جوان دونوں سے محبت کرتا ہے'' (مسلم)

حضور حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس دعا کے بعد ان شہزادوں کا محبوب خدا ہونا شک سے بالاتر ہو جاتا ہے، بلکہ جو بارگاہ خدا میں محبوب بننا چاہے۔ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسے ان محبوبان خدا کا نیاز مند اور محبّ ہونا ضروری ہے

محبت کے زیادہ اہم دو معیار ہیں۔ کائنات کے معلم اعظم ﷺ کے فیصلے کے مطابق:

۱..... جسے کسی سے محبت ہوتی ہے، وہ بار بار اس کا ذکر کرتا ہے۔

" من حب شيا اكثر ذكره".....شفا شریف

۲..... محبت (محبوب کے عیب دیکھنے) سے اندھا اور اس کے عیب سننے سے (عاشق کو بہرہ کر دیتی ہے)

" حبک الشيء يعمي و يصم"......(شفا شریف)

محبت کے ان دونوں معیاروں کو سامنے رکھ کر ہمیں اہل بیت اطہار بشمول سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہم کی مدح وثنا کو اپنی زندگی کا عنوان بنا لینا چاہیے، ان کی یادوں کے مقدس چراغ دیدہ ودل میں روشن رکھنے چاہئیں۔ اگر کوئی بدبخت دشمن ان کی شان میں ہرزہ سرائی کرے تو ہمیں اس پر کان دھرنے کے بجائے اس کا مقابلہ کرنا چاہیے یاد رکھیں۔ جو اہل بیت کی محبت سے محروم ہے۔ محبت رسول بلکہ محبت خدا سے بھی محروم ہے ایسے شخص کا نماز روزہ سب کچھ بیکار ہے۔

ے بے حب اہل بیت عبادت حرام ہے
زاہد تری نماز کو میرا سلام ہے

مجالس ذکر اہل بیت رضی اللہ عنہم: حب اہل بیت اطہار کی محبت وتعریف ضروری ٹھہری تو ان کا ذکر خیر کرنے کیلئے مجالس منعقد کرنے کی اہمیت خود بخود ظاہر ہوگئی۔ چنانچہ بزرگان دین کا ہمیشہ اس پر عمل رہا حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے گھر ۱۲ ربیع الاول شریف اور ۱۰ محرم الحرام کو مجلسیں ضرور منعقد ہوتی تھیں (جیسا کہ ان کے فتاویٰ سے ظاہر ہے)

اہل حق کا اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی خدمت میں نذرانہ ثواب پیش کرنے کیلئے صدقہ وخیرات دے، شربت کی سبیل لگائے، تلاوت قرآن پاک یا نوافل میں مشغول ہو تو بالکل جائز ہے۔ یہ حب اہل بیت کی علامت بھی ہے اور کربلا کے مظلوم مسافروں کے احسانات کا شکرانہ بھی۔

واقعہ کربلا کے مختلف پہلو: حضور رحمۃ للعلمین ﷺ

کے مقدس لاڈلوں نے جس ایمان افروز انداز میں سروں کے نذرانے پیش کئے اور جانوں کی بازی لگائی، رہتی دنیا تک اس کی نظیر ناممکن ہے، بچے، جوان، بوڑھے سب کے سب محبت کی شہادتگہ میں حاضر ہیں اور ذوق وشوق کے ساتھ اپنی اپنی باری، قربان ہو رہے ہیں۔ اور آخر میں ان سب کا والی، ان سب کا خواجہ ان سب کا صاحب اکیلا رہ جاتا ہے اور وہ بھی تن تنہا ان سب کے مقابلے میں ڈٹ جاتا ہے اور چھپن سال کی عمر میں، جوان بیٹوں، جاں نثار بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں، اور فدا کاروں کی تقریباً بیاسی لاشیں سامنے ہیں، تین دن کیا پیاسا ہیں، مگر نہ ماتھے پر بل ہے نہ چہرے پر افسردگی کے آثار ہیں، نہ آنکھوں میں آنسو ہیں اور نہ لب پہ آہ ہے، حفیظ جالندھری اس جرات وہمت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

عبا بھی تار تار ہے تو جسم بھی فگار ہے
زمین بھی ہے تپی ہوئی فلک بھی شعلہ بار ہے
مگر یہ مرد تیغ زن، یہ صف شکن، فلک فگن
کمال صبر وتندہی سے محو کار زار ہے
یہ بالیقین حسین رضی اللہ عنہ ہے
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور عین ہے

کربلا والوں کی یہ جرات وہمت یقیناً مثالی اور از حد قابل تحسین ہے۔ مگر امت کیلئے اس میں درد وسوز کا عظیم سرمایہ بھی تو موجود ہے۔ کون سا عاشق رسول ایسا ہے جو گلستان رسالت کے پھولوں اور کلیوں کے اس طرح مسلے جانے کی داستاں سنے اور رونے پر مجبور نہ ہو جائے رسول اللہ ﷺ کے اہل خاندان پر ظلم وستم کی آندھیاں چلیں، انہیں خاک وخون میں ملایا جائے ان کی لاشوں پر اونٹ گھوڑے دوڑائے جائیں، ان کے خیمے جلائے جائیں ان کے سروں کو نیزوں پر چڑھایا جائے اور باقی ماندہ افراد کو قیدی بنالیا جائے یہ سب سن کر بھی، امتی اور کچھ نہیں تو دو بوند آنسوؤں کا نذرانہ بھی پیش نہ کر سکے، امتی کہلانے کا مستحق کیونکر ہو سکتا ہے، سنیئے اس حادثہ جانکاہ نے سید الصابرین حضور سرور عالم ﷺ کے دل پر جو اثرات چھوڑے حدیث میں ہے۔

''حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی تو وہ رو رہی تھیں، میں نے پوچھا آپ کیوں رو رہی ہیں، فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں روتے ہوئے دیکھا ہے اور آپ کے سر مبارک اور ریش اقدس پر گرد وغبار ہے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کیا حال ہے؟ فرمایا میں ابھی حسین کی جائے شہادت پر گیا تھا۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

''میں نے ایک روز دوپہر کے وقت خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے بال مبارک بکھرے ہوئے اور گرد آلود ہیں۔ دست مبارک میں خون بھرا شیشہ ہے۔ میں نے عرض کی، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، یہ کیا ہے فرمایا یہ حسین اور اس کے رفیقوں کا خون ہے۔ میں اسے آج صبح سے اٹھا تا رہا ہوں۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں تاریخ اور وقت یاد رکھا۔ جب خبر آئی تو معلوم ہوا کہ حضرت حسین اسی وقت شہید کئے گئے تھے۔ (مشکوٰۃ شریف، بیہقی شریف)

محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ماہ محرم ۶۵۶ھ میں سلطان المشائخ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رضی اللہ عنہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ اسی موضوع پر گفتگو فرما رہے تھے۔

''اس عشرہ (یعنی محرم کے پہلے دس دنوں) میں کسی اور کام میں مشغول نہیں ہونا چاہیے سوائے اطاعت، تلاوت، دعا ونماز وغیرہ کے اس لئے کہ اس عشرہ میں قہر الٰہی بھی ہوا ہے اور بہت رحمت الٰہی بھی نازل ہوتی ہے۔ بعد ازاں فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ اس عشرہ میں حضور سرور عالم ﷺ پر کیا گزری اور آپ کے فرزندوں کو کس طرح بے رحمی سے شہید کیا گیا بعض پیاس کی حالت میں شہید ہوئے کہ ان بدبختوں نے اللہ کے پیاروں کو پانی کا ایک قطرہ تک نہ دیا۔ جب شیخ الاسلام نے یہ بات فرمائی تو ایک نعرہ مار کر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا، کیسے سنگدل، کافر، بے عاقبت، بے سعادت اور نامہربان تھے، حالانکہ انہیں خوب معلوم تھا کہ یہ دین ودنیا اور آخرت کے بادشاہ کے فرزند ہیں۔ پھر بھی انہیں

بڑی بے رحمی سے شہید کر دیا۔ اور انہیں یہ خیال نہ آیا کہ کل قیامت کے دن حضرت خواجہ عالم ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے۔ (شام کربلا بحوالہ راحت القلوب)

ضروری احتیاط: جہاں تک واقعہ کربلا کے جرات آموز اور دردانگیز ہونے کا تعلق ہے اس کا مختصر بیان ہو چکا ہے، مگر اس کا ایک اہم پہلو اور بھی ہے۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے خود بھی صبر و استقامت کا بہترین مظاہرہ فرمایا۔ اور اپنی ہمشیرہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور باقی اہل بیت کو بھی یہی وصیت فرمائی۔

"میں تمہیں یہ وصیت کرتا ہوں کہ جس وقت دشمن کے ہاتھوں شہید کر دیا جاؤں تو تم میرے غم میں نہ گریبان چاک کرنا نہ اپنے رخساروں پر طمانچے مارنا، نہ اپنے منہ کو زخمی کرنا۔
(شہید کربلا مولانا منشور ہزاروی)

صبر و استقامت، اہل بیت کی سیرت کا اہم عنوان ہے اور وہ ہمیشہ امتحان میں کامیاب ہوئے ہیں۔ بے صبری، جزع وفزع، چیخنا، پیٹنا ان کی شان کے ہرگز لائق نہیں تھا اور نہ انکا سچا غلام بے صبری اور بین وغیرہ کی جرات کر سکتا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ایسا کرنیوالے سے بیزار ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔ شیخین کی حدیث میں ہے۔

۱...... جو منہ پر طمانچہ مارتا ہے اور گریبان پھاڑتا ہے اور جاہلیت کے بین کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں۔

۲...... جس نے مردے کے ماتم میں سر منڈایا اور زور سے چیخا اور کپڑے پھاڑے۔ ایسے سے میں بیزار ہوں۔

ہاں رونا اور آنسو بہانا جائز ہے بلکہ اسے رحمت فرمایا گیا ہے۔ اس سلسلے میں حضور ہادی اکرم ﷺ کا فیصلہ ہی پیش کیا جاتا ہے۔

میت کے غم میں جہاں تک دل اور آنکھ کے متاثر ہونے کا تعلق ہے یہ تو اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہے اور رحمت کے سبب ہے مگر جو کچھ ہاتھ اور زبان سے سرزد ہو وہ شیطانی فعل ہے۔ (مسند احمد)

لہذا اس سے پوری احتیاط چاہئے۔ علاوہ ازیں من گھڑت افسانے سننا اور سنانا جو خصوصاً کربلا کے بارے میں لوگوں تیار کر لئے ہیں، جائز نہیں۔ یونہی مجالس میں شریک ہونا جہاں صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں کھل کر یا اشارے اشارے میں بکواس کی جائے بھی مناسب نہیں، جذبے کو (معاذ اللہ) کربلا کے ڈرامے کی شکل دینا بھی اس عظم واقعے کی توہین ہے کسی لڑکی کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا قرار دیکر اسے بے پردہ بازاروں میں پھرانا خانوادۂ رسول کی وہ توہین ہے جس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

امام فاروق اعظم رضی اللہ عنہ: بعض روایات کے مطابق یکم محرم امیر المومنین سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کا یوم شہادت ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتا۔ آپ کا لقب فاروق یعنی حق و باطل میں بہت بڑا فرق کرنے والا نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا عطا فرمودہ ہے۔ معلوم یہ ہوا، آپ معیار حق ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے، حق عمر کی زبان پر بولتا ہے (رضی اللہ عنہ) ہمیں چاہئے کہ یکم محرم کے دن یوم فاروق اعظم منائیں اور ان کے نقش قدم پر چلیں۔

تعزیت نامہ

عالم نبیل فاضل جلیل مفتی محمد جمیل رضوی مدظلہ العالی مدرس جامع انوار مدینہ سانگلہ ہل کی دادی جان گزشتہ ماہ انتقال کر گئیں ان کی نماز جنازہ پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت علامہ صاحبزادہ نور المصطفیٰ رضوی دامت برکاتہم قدسیہ نے پڑھائی ادارہ مفتی صاحب کے غم میں شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ان کا چہلم 13 مارچ بروز جمعرات ساڑھے گیارہ بجے جامع مسجد قادریہ رضویہ گوجرانوالہ روڈ شیخوپورہ میں ہوگا۔

سانحہ کربلا اقبال کی نظر میں

اسلامی ریاست کو پہلے انحراف سے بچانے کیلئے
سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ خطرات میں کود پڑے

تحریر و ترتیب
قاضی عبدالنبی کوکب

اسلامی تعلیم اور اسلامی تاریخ دونوں کی صحیح تفہیم، سیاسی بصیرت کے بغیر ناممکن ہے کیونکہ اسلام بہرحال انسان کے اجتماعی اور سیاسی امور کو خارج از دین قرار نہیں دیتا۔ چنانچہ اسلامی تعلیمات کے ہر جزو میں انفرادی اور اجتماعی پہلو ساتھ ساتھ سمو گئے ہیں۔ اس طرح کا امتزاج اسلامی تاریخ میں بھی پایا جاتا ہے۔ آپ اسلامی تاریخ کو محض چند شخصیتوں کے عروج و زوال کی داستان قرار دے کر اس کی گرہیں ہرگز نہیں کھول سکتے، بلکہ حق و باطل کی آویزش اور اسلام اور جاہلیت کی کش مکش کا پس منظر ذہن میں رکھتے ہوئے ہی اس سمندر کی تہ تک رسائی نصیب ہو سکتی ہے۔

واقعہ کربلا تاریخ اسلام کے عمیق الاثرات واقعات میں سے ایک ممتاز ترین واقعہ ہے، لیکن ہمارے عام ماحول میں اس کا مطالعہ زیادہ تر ایک شخصی زندگی کی مظلومیت اور اس کے ابتلا کے نقطہ نظر سے کیا گیا ہے حالانکہ یہ واقعہ عظیمہ، خلافت اور ملوکیت کی باہمی ٹکر کی ایک ایمان پرور دستاویز ہے اقبال نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہٗ کی شخصیت اور سانحہء کربلا کا مطالعہ اسی زاویہ نگاہ سے کیا ہے اقبال واقعہ کربلا کے بیان سے پہلے حق و باطل کی کش مکش کے گزشتہ تسلسل کو پیش منظر کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ یہ دونوں قوتیں تاریخ کے مختلف ادوار میں، برسر مقابلہ دیکھی گئی ہیں۔ ہادی اسلام کی بعثت سے پیشتر بھی انبیاء کرام کے فرائض میں یہ بات شامل رہی کہ وہ اپنے دور کی استبدادی طاقتوں کے طلسم کا تار و پود بکھیریں۔

ظہور اسلام کے بعد حق و باطل کی یہ کش مکش، اسلامی خلافت اور جاہلی ملوکیت باہمی آویزش میں تبدیل ہو گئی۔ ملوکیت کا پہلا واضح نمائندہ یزید کی شکل میں ظاہر ہوا۔ جس کے مقابلے پر خلافت اسلامیہ کے حق گو اور بیباک ترجمان سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تھے۔ اس طرح زندگی اپنے مراحل سفر میں اس داستان کو دہراتی ہوئی آگے بڑھتی ہے۔

موسیٰ (علیہ السلام) و فرعون و شبیرؓ و یزید
ایں دو قوت از حیات آمد پدید

"یعنی حضرت موسیٰ بمقابلہ فرعون اور حضرت حسین رضی اللہ عنہٗ بمقابلہ یزید۔ یہ دونوں متضاد طاقتیں زندگی ہی کے سمندر سے ابھر کر سامنے آتی ہیں"

اموی حکومت کے آغاز سے امور ریاست میں جن آمرانہ رجحانات کا افتتاح ہوا۔ وہ دور یزید کی آمد پر قرآن کی خلاف ورزی کا واضح رنگ اختیار کر چکے تھے۔۔ اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہٗ کے آخری ایام میں یزید کی نامزدگی کا فیصلہ کیا گیا تھا تو بھی اس فیصلہ کا عملی وجود، بہرحال یزید کی تخت نشینی ہی پر ثابت ہوا اور یہ بات اعلانیہ سامنے آگئی کہ قرآن کے شورائی نظام کو ایک طرف رکھتے ہوئے اسلامی ریاست کو ایک خاندان کے موروثی حقوق میں شامل کر لیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ دنیا ایک نامعلوم عرصے کیلئے اس نظام خلافت سے محروم ہو رہی تھی، جس کی بنیادیں اللہ کے آخری نبی محمد رسول اللہ ﷺ نے رکھی تھیں اور خلفائے راشدین کے دور میں جسے مزید استحکام نصیب ہوا تھا، انسان کے ذہن اور ضمیر کو جاہلیت کی زنجیروں میں پھر جکڑا جا رہا تھا اور حریت انسانی کے چشمہء شیریں کو تلخابہء زہر غلامی میں تبدیل کیا جا رہا تھا۔

چوں خلافت رشتہ از قرآں گسیخت

حریت را زہر اندر کام ریخت

''یعنی جب خلافت کا رشتہ قرآن حکیم کے ہاتھوں سے چھڑایا جارہا تھا اور حریت کے حلقوم میں غلامی ومحکومی کا زہر انڈیلا جارہا تھا

مسلمانوں کے نظام سیاست میں یہ بھیانک تبدیلی ہی تھی، جس کے خلاف حضرت حسین احتجاج مجسم بن کر سامنے آئے۔ اس وقت امت ایک ایسے بادل کی محتاج تھی جو رحمت خداوندی کی زوردار بارش بنے قوم کے نامہ اعمال کو ان نحوستوں سے دھوڈالے جو ایک طویل اور تاریک استبداد قاہر کی صورت میں ان پر چھاجانے والی تھیں، چنانچہ حضرت امام رضی اللہ عنہ وقت کی ضرورت کے عین مطابق ابر رحمت بن کر اٹھے۔

خاست آں سر جلوہ خیر الامم

چوں سحاب قبلہ باراں در قدم

''یعنی اس موقعہ پر وہ شخصیت جس میں خیر امت کی خودداری مرتکز ہوگئی تھی، قبلہ کی سمت سے آنے والی بارش سے بھرپور گھٹا بن کر اٹھی''

بادل اور بارش کی طبیعت تو یقیناً فیض رساں ہوتی ہے، لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جس زمیں پر بارش برسے وہ اپنی شوریدگی کی بنا پر باران کرم کے اثرات قبول کرنے سے محروم رہ جاتی ے غالباً سرزمین عراق کی اس محرومی کی طرف اقبال اشارہ کرنا چاہتے تھے۔

بر زمین کربلا بارید و رفت

لالہ در ویرانہ ہاکارید و رفت

''یعنی یہ بارش کربلا کی زمین پر برسی اور چلی گئی یہ بارش ویران اور بنجر خطوں میں لالہ کاری کرکے روانہ ہوگئی''

تاہم خون شہید، قوموں کی تاریخ میں کبھی رائیگاں نہیں گیا، اس موجہ حق نے آمریت کے چہرے پر وہ زناٹے دار تھپڑ رسید کیا کہ وہ طویل اور طاقتور ہونے کے باوجود اپنے چہرے پر طرح طرح کے نقاب ڈالتی رہی اور قاہرو غالب ہونے کے باوصف مسلمانوں کے دلوں میں اپنا کوئی مقام نہ بنا سکی۔ نیز ملوکیت کے دیو استبداد کے رقص مجنونانہ سے سانحہ کربلا کے رونما ہونے اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ جیسے مقدس وعزیز انسان کے شہید ہوجانے سے اسلامی تاریخ میں یہ حقیقت ثبت ہوگئی کہ فرد واحد کے ہاتھوں میں ریاست کا سب اقتدار مرکوز ہوجانا، دنیائے سیاست کا بدترین جرم ہے۔ یوں شہادت حسین رضی اللہ عنہ دنیا کی ساری تاریخ میں آمریت کے خلاف ایک منفرد احتجاج کی حیثیت رکھتی ہے جس نے آمریت کے حق میں سیاسی، شرعی، اور اخلاقی کسی طرح کا کوئی جواز باقی نہیں رہنے دیا۔

تا قیامت قطع استبداد کرد

موج خون او چمن ایجاد کرد

''یعنی سیدنا حسینؓ نے قیامت تک کیلئے استبداد (کے جواز) کی جڑیں کاٹ کر رکھ دیں اور اپنے خون کی موجوں سے خودداری وحق پرستی کا ایک چمنستان پیدا کردیا''

آپ نے اپنے دور کی عظیم عسکری قوت کے دباؤ اور دھمکی کے باوجود اعلائے کلمہ حق کا فریضہ ادا کیا۔ اس سے آپ نے یہ سمجھایا کہ اسلامی ریاست میں فوجی طاقت اس لئے مضبوط بنائی جاتی ہے کہ اس سے دین کو تقویت اور سربلندی حاصل ہو۔ اس لئے نہیں کہ برسر اقتدار خاندان یا فرد اسے اپنی پوزیشن مستحکم کرنے پر صرف کرے۔ جب کوئی حکمران تلوار کو آئین ریاست کے تحفظ کے بجائے اپنے ذاتی جاہ اقتدار کی تعمیر وحفاظت کا ذریعہ بنالیتا ہے تو وہ سیرت فاروقی سے ہٹ کر فرعونیت کی راہ پر چل نکلتا ہے۔ جبکہ مرد مومن دین اور آئین کی تیغ عادل کا احترام کرنا تو جانتا ہے، لیکن وہ فرعون کی تلوار کے سامنے سر جھکانے کیلئے کبھی تیار نہیں ہوسکتا۔ مرد حق کے کردار عظیم کی تفسیر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے پاکیزہ خون سے لکھی ۔

تیغ بہر عزت و دین است و بس
مقصد او حفظ آئین است و بس
ما سوا اللہ را مسلماں بندہ نیست
پیش فرعونے سرش افگندہ نیست

خون او تفسیر ایں اسرار کرد
ملتِ خوابیدہ رابیدار کرد

''یعنی اسلامی ریاست کے سربراہ کے ہاتھ میں تلوار اس لئے دی گئی کہ وہ دین کی سربلندی اور آئین خداوندی کی حفاظت کرے، بندۂ مومن ،غیر خدا کا کبھی پجاری نہیں بن سکتا اور اس کا سر کسی فرعون کے سامنے سجدہ ریز نہیں ہوتا۔حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ' کی شہادت نے ان اسرار کی تشریح کرتے ہوئے سوئی ہوئی قوم کو بیداری کا پیغام دیا۔

جب وقت کے فرعون ''انا ربکم الاعلیٰ'' کا نعرہ بلند کرتے ہیں تو مردان حق لا الہ کی شمشیر جوہر دار لے کر ان کا لاغیری کا زعم باطل توڑ دیا کرتے ہیں۔

تیغ لا چوں ازمیاں بیروں کشید
از رگ ارباب باطل خوں کشید

''یعنی جب آپ نے لا الہ کی تیغ براں نیام سے باہر نکالی تو اہل باطل کی رگوں میں خون خشک ہوگیا''

اگر چہ امویوں نے شام میں ، عباسیوں نے بغداد میں،اور دور ثانی کے امویوں نے غرناطہ میں مستحکم اور وسیع حکومتیں قائم کیں،جن کے بعض ایام میں اسلامی تہذیب فروغ پذیر ہوئی اور علوم وحکم اسلامی اوجِ کمال پر پہنچے،لیکن ان حکمرانیوں کے ضمیر سے ملوکیت اور موروثی سلطنت کے جرائم نہ نکلے۔اس لئے اقبال کہتے ہیں کہ ملت کے خوددار شعور نے اپنی تاریخ کے اس آمرانہ دور کے جاہ وجلال کو فراموش سا کر دیا۔

شوکت شام و فر بغداد رفت
سطوت غرناطہ از ہم یاد رفت

''مملکت دمشق کی شان وشوکت اور بغداد کی پرشکوہ رونق سب جاتی رہی، نیز غرناطہ کی عظمت کے افسانے بھی بھلا ڈالے گئے۔۔اس کے برعکس جو کارنامہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ' نے انجام دیا وہ اگر چہ ایک لمحہ کا عمل تھا،لیکن چونکہ وہ روح اسلامی کے عین مطابق تھا اس لئے ملوکیت کی ہزار سالہ تاریخ کے مقابلہ میں وہ اہل ایمان کے نزدیک زیادہ وقیع وعزیز ہے اور اس کی یاد سرمایہ ایمان ویقین ہے ؎

تار ما از زخمہء اش لرزاں ہنوز
تازہ از تکبیر او ایماں ہنوز!

''یعنی ہمارے شعور ملی کے تار،مضراب حسینی کی ضربات سے ابھی تک تموج پذیر ہیں اور ہمارے ایمان کی تازگی ان تکبیروں کی گونج سے ہے۔

آخیر میں دیدۂ بینائے قوم نے اس امت مرحوم کے دور افتادگان کی طرف سے امام عالی مقام کی تربت پاک پر سلام بھیجا ہے ؎

اے صبا اے پیک دور افتادگاں
اشک ما بر خاک پاک اور ساں

''یعنی اے صبا دور افتادگان غربت کیلئے تو ہی قاصد ہے ۔ ہمارے آنسو اس مقدس انسان کی لوح خاک تک پہنچا دے''

''امت کی اس دور افتادگی میں اقبال کا اشارہ اس خلیج کی طرف ہے جو صدیوں کی قیصر نوازی اور شاہ پرستی کے باعث اس امت اور حضرت امام کے درمیان حائل ہوچکی ہے۔دجلہ وفرات کی وادی آج بھی اس ابر کرم کی محتاج ہے۔

جب تک حق ظاہر رہا،حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ' اس کے پیرو اور متبع رہے اور جب حق گم ہوا تو آپ نے تلوار نکال لی اور جب تک اقامت حق کیلئے جان و مال اور اعزا سب کچھ قربان نہ کر دیا آپ نے چین نہ لیا۔

(حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ)

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی

حضرت امام حسین
ایک منفرد شخصیت

دنیا میں کسی شخص کیلئے عزت واحترام کے نقطہ نظر سے یہ حوالہ بہت اہمیت رکھتا ہے کہ وہ کسی نامور روحانی اور دینی خانوادے کا فرد ہو، کسی اونچے معاشرتی خاندان کا سپوت ہو، کسی مسلمہ علمی شخصیت کا عزیز ہو، کسی بڑے سیاسی گھرانے کا نور چشم ہو، کسی ممتاز اور مشہور ادیب کا اور خطیب کا جگر گوشہ ہو، اس طرح کی کوئی بھی نسبت اس شخص کے لئے عزت ووقار کی دائمی سند کا درجہ رکھتی ہے، دنیا بھر میں اس طرح کا کوئی بھی حوالہ لائق توجہ سمجھا جاتا ہے۔ کم از کم ایک دو نسلیں تو اس احساس سے معمور رہتی ہیں اور کوئی بھی انہیں اس اعزاز واستحقاق سے محروم نہیں کرسکتا۔

بایں ہمہ اگر وہ شخص ان حوالوں کے ساتھ ساتھ اگر خود بھی کوئی روحانی سیاسی، معاشرتی، علمی اور ادبی حیثیت کا حامل ہو تو سونے پر سہاگے والی بات ہے، اور اس کو "قران السعدین" بھی کہا جاتا ہے۔

اس پس منظر میں جب ہم حضرت امام حسین کی تاریخی بلکہ صحیح تر لفظوں میں تاریخ ساز شخصیت کا جائزہ لیتے ہیں تو ایک خوشگوار حیرت ہوتی ہے کہ امام حسین اپنی دیگر خصوصیات کی طرح اس خصوصیت میں بھی انفرادی شان کے حامل نظر آتے ہیں۔

کوئی شخص اندازہ کرسکتا ہے کہ کیا کیا نسبتیں اور کیسی کیسی عظمتیں حضرت امام حسین کے حصے میں آئیں، وہ کس کے نواسے، کس کے نور نظر، کس کے لخت جگر اور کس کے بھائی ہیں؟ ایک ایک نسبت کی بزرگی اور رفعت کو دیکھنے کیلئے کوہ ہمالیہ جیسا قد کاٹھ چاہیے، اس کے بعد بھی ٹوپی گرنے کا احتمال بلکہ یقین ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہٗ کو سید عالم پیغمبر آخر واعظم ﷺ کا نواسہ ہونے کا لازوال شرف حاصل ہے۔ حسین رضی اللہ عنہٗ کا نانا ﷺ وہ جس کے نام سے نبض ہستی تپش آمادہ اور خیمہ افلاک ایستادہ ہے جس کی نسبت معراج انسانیت ہے، جس کی ذات سے اعتبار کائنات ہے، جس کا وجود برہان الٰہی ہے، جس کی ہستی آئیہ ربانی ہے، جس کا قول حدیث اور جس کا عمل سنت ہے، جس کی خلوت خود آگاہی اور جلوت خدا آگاہی کا مرقع تھی، جس کی بشریت آبروئے آدمیت اور جس کی نبوت رہبر انسانیت ہے، جس کے نور کی خاک راہ سرمہ چشم بصیرت اور جس کا نقش کف پا جادہ طریقت ومعرفت ہے، جس کا خیال الہام اور جس کا نطق وحی ہے، وہی سید عالم ﷺ، حسین رضی اللہ عنہٗ کے نانا ہیں، جن کے قدموں کی آہٹ سن کر کوئی خضر بنا اور جن کے در کی بھیک پا کر کوئی سکندر کہلایا۔

حسین رضی اللہ عنہٗ کا بابا کون؟ علی رضی اللہ عنہٗ جس کی پیشانی سجدہ غیر اللہ سے کبھی آلودہ نہیں ہوئی، جس کی ایک ایک سانس میں خوشبوئے نبی ﷺ بسی رہی، جس کو "باب العلم" کا لافانی خطاب حاصل ہے، جو ہر میدان جنگ میں "حیدر کرار" کہلایا، جس کی سیاست پر عبادت کا رنگ غالب رہا، جس کی روحانیت ہر سلسلہ تصوف کا سرچشمہ ٹھہری، جس کو کعبے میں ولادت اور مسجد میں شہادت نصیب ہوئی۔

حسین رضی اللہ عنہٗ نے کس کی آغوش میں جنم لیا؟ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی آغوش میں! جس کی آغوش کا تقدس عرش کے تقدس سے کسی صورت کم نہیں، جس کی چادر کا گوشہ سایہ جنت ہے، جس کے گھر کی چاردیواری کا جبریل علیہ السلام نے کئی بار طواف کیا، جس کے وجود کو زبان نبوت نے "گوشہ دل" اور "لخت جگر" کہا، جس کی عفت دلیل عصمت ہے، جس کو قرآن نے چادر تطہیر اوڑھائی، جس کا نام لینے کیلئے زبان کو کئی بار مشک و گلاب سے وضو کرنا پڑتا ہے، جس کی ناخوشی کا کبھی رسول ﷺ متحمل نہیں رہا، جس کے گھر میں احتراماً سورج کی شعاع نے کبھی جھانک کر نہیں دیکھا،

حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھائی کس کے ہیں؟ اس پانچویں خلیفہ راشد کے بھائی ہیں، جنہوں نے اپنی حکومت پر وحدت امت کو ترجیح دی، جس کے ایثار نے ملت کا وقار بڑھایا، جس کی طبع صلح پسند نے قوم رسول ہاشمی کو شیرازہ بند رکھا، ورنہ خلافت بھی دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی، اور امت قیامت تک کیلئے احیائے خلافت کا خوبصورت خواب دیکھنے سے بھی محروم ہو جاتی۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کا اصل کمال اور انفرادیت یہ ہے کہ وہ اتنی عظیم نسبتوں اور شاندار حوالوں سے جڑے ہوئے ہیں لیکن اس طرح کے حوالے جہاں کسی کو بہت اونچا مقام دیتے ہیں وہاں اس کا نام گم ہو جانے کا مسئلہ بھی پیدا کر دیتے ہیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ ان حوالوں سے ایک مقدس اور محترم پہچان کے حامل ہیں ہی، اس کے ساتھ ساتھ تاریخ میں ان کا اپنا ایک مستقل مقام اور معتبر نام بھی موجود ہے۔

عظمت و حرمت کی کہکشاں میں ممکن ہوتا ہے کہ ایک آدھ ستارہ دب جائے اور رنگ و نکہت سے معمور گلستان میں اندیشہ ہوتا ہے کہ کچھ پھول اپنی بہار نہ دکھلا سکیں، مگر اس کہکشاں میں ہر ستارہ روشن اور اس گلزار میں ہر پھول پہاڑ نظر آتا ہے۔

بڑے باپ کا بیٹا ہونا، عظیم ماں کا فرزند ہونا، جلیل القدر خانوادے کا فرد ہونا، پرشکوہ گھرانے کا چشم و چراغ ہونا باعث سعادت تو ہے ہی مگر کسی امتحان اور آزمائش سے بھی کم نہیں ہوتا وہ یوں کہ بڑے باپ کی عظمت کی لاج رکھنا، عظیم ماں کی آغوش کا حق ادا کرنا، خاندان کی قدر و جلالت کا پاس و لحاظ اور گھرانے کی شان و شوکت کا تحفظ کرنا کوئی معمولی آزمائش نہیں، اور ساتھ ہی الگ سے اپنی شناخت بنانا کارے دارد!

امام حسین رضی اللہ عنہ کو تو یہ خراج محبت و عقیدت تا حشر ملتا رہے گا کہ وہ خانوادۂ رسالت کے چشم و چراغ ہیں مگر خاندان نبوت بھی اس پر ہمیشہ فخر کرتا رہے گا کہ حسین رضی اللہ عنہ اس کا ایک فرد ہے، جس کے نام سے تحریک اٹھی اور جس کی ذات سے ایک نئی تاریخ مرتب ہوئی، پیغمبر ﷺ کے لبوں نے کئی بار حسین رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور حسین رضی اللہ عنہ نے یہی ماتھا خاک و خون میں غلطاں ہونے دیا مگر خود باطل کی چوکھٹ پر سجدہ کناں نہیں ہوئے۔

جناب علی رضی اللہ عنہ نے اپنے لخت جگر کو ہزار بار اپنے سینے سے چمٹایا اور فرزند عزیز نے بھی میدان میں پیٹھ نہیں دکھائی اپنے سینے پر تیر کھایا، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی آغوش میں پالا، حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے گود پالے دین حق کیلئے وادی نینوا میں قربان کر ڈالے۔ امام حسین اور امام حسن رضی اللہ عنہم دونوں بھائی دوش نبی ﷺ پر کھیلے اور جب موقع آیا تو دونوں ناموس دین نبی ﷺ کی خاطر جان پر کھیل گئے، بنی نوع انسان رہتی دنیا تک حضور کو محسن انسانیت، جناب علی رضی اللہ عنہ کو برہان فتح و نصرت، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو عفت، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اتحاد امت کی علامت اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ امام عزیمت کے طور پر یاد رکھے گی۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے مقابلے میں استقامت دکھا کر اور میدان کربلا میں داد شجاعت دے کر نہ صرف اپنے عہد میں غرور ملوکیت توڑا، بلکہ پوری تاریخ کا رخ موڑ دیا۔ سانحہ کربلا کے بعد اگرچہ موروثی حکومتیں قائم رہیں، لیکن کسی بھی دور میں نہ انہیں جواز مل سکا اور نہ تقدس نصیب ہوسکا، بڑے بڑوں نے زور لگایا کہ انہیں دل سے ''امیر المومنین'' تسلیم کیا جائے مگر سب دل کی دل میں رہ گئیں، کسی دوسرے کے دل میں نہ اتر سکے، انہوں نے اپنے نام خطبے پڑھوالئے، خود کو ''ظل الہ'' کہلوایا، سکوں پر اپنا نام کندہ کروالیا، ''امیر المومنین'' کی مہریں بنوالیں، منبر و محراب پر قبضہ جمالیا، مگر کسی کے دل و دماغ میں اپنا وقار و اعتبار قائم نہ کر سکے، **60**ھ کے بعد دنیا بھر میں بالعموم اور عالم اسلام میں بالخصوص تحریکوں کا لاوا پھوٹ پڑا، اور آج تک یہ آتش فشاں زوروں پر ہے، کہیں نفس ذکیہ نظر آتے ہیں، کہیں امام مالک ؒ جعفر کو للکارتے ہیں، کبھی امام اعظم رضی اللہ عنہ منصور کو لتاڑتے ہیں، کبھی احمد بن حنبل ؒ معتصم کو مشکل میں ڈالتے ہیں، ان سب قالبوں میں روح حسین رضی اللہ عنہ رواں دواں تھی۔

کسی دور میں ملوکیت کے خلاف تحریک چلی، کسی عہد میں بنیادی حقوق کیلئے لہر اٹھی، کبھی معاشی انصاف کا نعرہ بلند ہوا اور کبھی حق خودارادیت کا شور برپا ہوا۔

یہ ملوکیت کے خلاف نفرت کا جذبہ شہادت حسین رضی اللہ عنہ کا ثمرہ ہے، یہ بنیادی حقوق کا شہرہ خون حسین رضی اللہ عنہ کا معجزہ ہے، یہ معاشی انصاف کا نعرہ تحریک حسنی رضی اللہ عنہ کا صدقہ ہے اور یہ حق خودارادیت کا چرچا قافلہ سالار کربلا رضی اللہ عنہ کا کرشمہ ہے۔

جس طرح پھول کی تر و تازگی طراوت اور شادابی اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ اس کے باریک ریشوں میں پانی کی نمی کارفرما ہے یہ نمی نہ رہے تو پھول مرجھا جاتا ہے اسی طرح دنیا میں جاری جہادی تحریکیں اس امر کا پتہ دیتی ہیں کہ ان کی رگوں میں روح حسین رضی اللہ عنہ کارفرما ہے۔ جبھی تو یہ تحریکیں زندہ ہیں بلکہ نشو و نما پا رہی ہیں، ان تحریکوں نے اگر روح حسین رضی اللہ عنہ سے اپنا ناتا توڑا، اور کسب فیض کرنا چھوڑا تو پھر یہ تحریکیں سوکھے ہوئے پھول کی طرح صرف کتابوں میں نظر آئیں گی۔ نہ ان میں تازگی رہے گی اور نہ توانائی، نہ زندگی رہے گی اور نہ شادابی، جس طرح پھول کی شگفتگی پانی کے قطرے کی محتاج ہے اسی طرح ہر اسلامی انقلابی تحریک امام حسین رضی اللہ عنہ کے جذبے کی محتاج ہے۔

یہ بات سمجھ لینے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی عظمتوں کے ہجوم میں گھرے ہوئے ہونے کے باوجود تاریخ میں اپنا منفرد اور بلند مقام حاصل کرنے میں کیوں کامیاب ہوئے؟

☆...........☆☆☆☆...........☆

حضور باواجی سرکار قدس سرہٗ

آپ کا سالانہ مرکزی عرس مبارک ۲۹/۳۰ مارچ کو چورہ شریف میں مرکزی سجادہ نشین
حضرت صاحبزادہ بدرالدجی صاحب کے زیر اہتمام ہو رہا ہے

پروفیسر محمد حسین آسی

پیکر عظمت و مصدر رفت باواجی سرکار
فیض رسالت، نور ولایت باواجی سرکار

آفتاب چرخ ولایت، ماہتاب اوج حقیقت، مطلع انوار و تجلیات، مخزن اسرار و عنایات، راکب دوش ایام، ماحی بدعات و آثام، خواجہ طریقت پناہ مرجع اہل نگاہ، خواجہ خواجگاں حضرت خواجہ فقیر محمد المعروف بہ باواجی چوراہی سرکار قدس سرہٗ کا سالانہ عرس مقدس امسال ۲۹ /۳۰ مارچ کو بڑے اہتمام سے آپ کے مزار انوار واقع چورہ شریف ضلع اٹک میں منایا جا رہا ہے۔ ادارہ "الحقیقہ" بدر المشائخ، مخدوم المخادیم حضرت قبلہ صاحبزادہ پیر بدالدرجی صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ چورہ شریف مدظلہ العالی کی خدمت بصد خلوص ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے جن کی شخصیت مقدسہ اس تقریب سعید کی روح رواں ہے۔ ہم صمیم قلب سے دعا گو ہیں کہ رب العلمین اپنے حبیب لبیب سرکار رحمۃ اللعلمین ﷺ کے طفیل حضور باواجی سرکار کے دربار کی رونقیں روز افزوں رکھے، آپ کی اولاد امجاد کو مرجع خلائق اور منبع خیر و برکت بنائے اور قبلہ صاحبزادہ صاحب موصوف کی ان مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرما کر انہیں ملت کیلئے سرمایہ رشد و ہدایت ٹھہرائے، آمین!

سیدنا حضور باواجی سرکار قدس سرہٗ اپنے دور کی بے مثال روحانی شخصیت تھے۔ آپ کے فیض توجہ سے لاکھوں قلوب زندہ و بیدار ہوئے اور آپ کی نظر کرم سے معرفت و حقیقت کے سینکڑوں سوتے پھوٹے۔ جس جس کو آپ نے نوازا، وہ بندہ نواز بن گیا اور جس جس کو آپ نے دیکھا، وہ قابل دید ہو گیا۔ آپ کی ایک ایک جھلک ایمان کی ویران کھیتیوں کیلئے ابر بہار بن گئی اور آپ کا یک ایک سخن خواب غفلت میں سوئی ہوئی روحوں کیلئے صور اسرافیل کا کام کرتا رہا۔

حقیقت یہ ہے کہ چورہ شریف کو نقشبندی فیوض کے ایک عظیم مرکز کی حیثیت سے چار دانگ عالم میں مشہور و معروف ہونے کیلئے حضور باواجی قدس سرہٗ کی ذات ستودہ صفات نے بڑا سہارا دیا۔ آپ سے پہلے آپ کے پیر و مرشد اور والد ماجد قبلہ روحانیاں، کعبہ قدوسیاں، امام العصر، غوث الاغیاث خواجہ خواجگاں حضرت خواجہ نور محمد قدس سرہٗ (جو عارف حقانی حضور پیر سید عابد حسین شاہ صاحب نقشہ نقش لاثانی علیہ الرحمۃ کے ایک مشاہدے کے مطابق واقعی نور محمد ﷺ تھے) اس سرزمین میں تشریف لائے مگر چار پانچ سال کے قلیل قیام کے بعد وصال فرما گئے۔ چنانچہ اشاعت دین حق کا وہ سارا پروگرام جس کیلئے آپ تیراہ سے ہجرت فرما کر یہاں سکونت پذیر ہوئے تھے، سیدنا حضور باواجی قدس سرہٗ کے سپرد ہوا۔ آپ نے تقریباً ایک صدی تک شبانہ روز محنت کر کے گلشن اسلام کو اپنے خون جگر سے سیراب رکھا۔ برصغیر کے کتنے ہی آستانے آپ کی نظر کیمیا اثر سے معرض وجود میں آئے جو آج تک تبلیغ و تذکیر میں سرگرم ہیں اور حضور باواجی کی خداد عظمتوں کی روشن دلیل بنے ہوئے ہیں۔ پاکستان کے نامور محقق جناب پیرزادہ اقبال احمد فاروقی مدظلہ کتاب مستطاب انوار لاثانی کے مقدمے میں فرماتے ہیں۔

خانوادۂ چوراہی (جو ہمارے ممدوح کتاب کا روحانی مربی و منبع ہے) نے پنجاب کے مغربی علاقوں اور صوبہ سرحد کے وسیع حلقوں میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی تعلیمات کو عام کرنے میں بیمثال کردار ادا کیا۔ اس خانوادے کے تربیت یافتہ بزرگان دین نے پوری صدی تک برصغیر کے اکثر گوشوں اور سرزمین پاکستان کے تمام حصوں میں روحانی تعلیمات کو عام کیا۔

اس خانوادۂ عالیہ میں بالخصوص آفتاب ولایت حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب چوراہی المعروف بہ حضرت باواجی قدس سرہٗ (جو شاہ لاثانی علیہ الرحمۃ کے پیرو مرشد تھے) نے بڑا نام پایا علماء، فقراء، عارف و عامی غرض ہر مقام کے لوگوں نے آپکی بارگاہ سے فیض پایا۔ آپ کے خلفاء میں ہمارے مخدوم ممدوح حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب لاثانی علی پوری قدس سرہٗ کے علاوہ حضرت امیر ملت حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب لاثانی علی پوری، قبلہ حافظ عبدالکریم صاحب راولپنڈی، مولانا غلام محمد صاحب بگوی (سابق) خطیب شاہی مسجد لاہور۔ مولانا محمد حسن گجراتی اور مولوی غلام نبی قریشی رحمتہ اللہ علیہ علیہم اجمعین جیسے اہل علم وطریقت حضرات تھے جنہوں نے آفتاب چوراہی کی روحانی نورانی شعاعیں برصغیر کے طول وعرض تک پہنچائیں اور خواب غفلت میں مدہوش ملت اسلامیہ کو ولولہ تازہ بخشا تاہم آپ کے خلفاء بلکہ جملہ معاصرین میں جو اثرات خانوادۂ علی پوری نے موسس و بانی سیدی ومولائی حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب لاثانی قدس سرہٗ کی نگاہ فیض نے چھوڑے اور آج آپ کے جانشین حضرت الحاج قبلہ پیر سید علی حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی نے برقرار رکھے، ان کی مثال بہت کم ملتی ہے۔

(مقدمہ انوار لاثانی ص ۵۔۴)

مندرجہ بالا اقتباس کے آخری جملے پر پھر غور فرمائیے جس میں خانوادۂ شہنشاہ ولایت سرکار (قدس سرہٗ) کے اثرات کا ذکر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہٗ کی بے پناہ عظمتوں کا ایک اہم عنوان یہ ہے کہ آپ کو پیرو مرشد سرکار باواجی چوراہی قدس سرہٗ کے ساتھ محبت تو عشق کی حد تک اور عقیدت تھی تو اتباع کامل تک پہنچانے والی۔ آپ اپنے شیخ کی ایک ایک ادا کو اپنے کردار میں جذب کرتے گئے حتیٰ کہ خود شیخ لاثانی نے اپنے مرید لاثانی کو شاہ لاثانی بنا دیا۔ مصنف انوار لاثانی کے الفاظ میں:

"آپ (یعنی شاہ لاثانی) حضرت باواجی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ اعظم اور ان کے جلال و جمال، فضل وکمال، اخلاق واطوار، طرز فکر اور انداز نظر کا مظہر اتم تھے۔ آپ نے اپنی متاع حیات شیخ کامل کی نذر کردی ہوئی تھی اور شیخ کامل نے بھی آپ کو ولایت کے مدارج علیا طے کروا کے طریقت وحقیقت کا شہکار عظیم بنا دیا تھا۔ پیرو مرید کا یہ عمیق ترین ربط اہل نظر سے مخفی نہیں تھا، یہی وجہ ہے کہ جب غوث الاغیاث حضرت باواجی علیہ الرحمہ کے وصال پر آپ کے تبرکات کی تقسیم کا مرحلہ آیا تو انگشتری مبارک جس پر آپ کے اسم مبارک کی مہر کندہ تھی، باتفاق رائے حضور شاہ لاثانی کیلئے تجویز ہوئی اور آپ ہی کو اس عظیم امانت کا اہل سمجھا گیا۔ (انوار لاثانی ص ۲۲۱)

بعض حضرات خود کو اپنے شیخ کامل کا عاشق صادق ظاہر کرتے ہیں اور شیخ کی حیات دینوی میں تو بار بار پیر خانے کی حاضری دیتے ہیں مگر ادھر شیخ کا وصال ہوا، ادھر مرید باصفا وہ راہ رسم محبت بھول گے۔ حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہٗ اس روش کو ازحد ناپسند فرماتے تھے۔ ایسے لوگ جنہوں نے حضرت باواجی قدس سرہٗ کے وصال شریف کے اور اپنے مربی کے آستانے سے رابطہ و تعلق کمزور کرلیا تھا، حضور سرکار لاثانی قدس سرہٗ کی نظر میں مبغوض ہوگئے۔ آپ ان سے ناراض رہتے اور اپنی ناراضی کا اظہار ان کے منہ پر کھلم کھلا کر دیتے۔ حضرت اس طرز عمل کو ناشکر گزاری اور احسان فراموشی پر محمول فرماتے اصل میں آپ اپنے پیرو مرشد حضور باواجی قدس سرہٗ کے احسانات کے سچے قدر شناس تھے اور سرتاپا اس قدر شناسی میں مستغرق تھے۔ خود اپنا یہ حال تھا کہ سخت قسم کی علالت طبع میں بھی پیر خانے کی حاضری سے بے نیاز نہیں ہوتے تھے اور طبی وجوہات کی بنا پر کوئی روکنا چاہتا تو فرماتے جو مجھے اپنے آقا کے دربار میں حاضر ہونے سے روکے گا میرا دشمن ہوگا۔ ایک روایت کے مطابق ایک ایسی ہی صورت حال میں سید وسندی حضور نقش لاثانی قدس سرہٗ نے حضور شاہ لاثانی قدس سرہٗ کے سفر چورہ شریف آسانی سے طے کرنے کیلئے ٹرک وغیرہ کا اہتمام کردیا (تاکہ اس میں چارپائی رکھ دی جائے) تو آپ نے اپنے نور نظر اور جانشین کو بہت دعا وتوجہ سے نواز دیا اور یہ واقعہ بھی ان غیر معمولی ترقیات کا ایک سبب بن گیا۔

حضور شہشاہ لاثانی قدس سرہٗ برملا خود کو اپنے شیخ کا ممنون احسان کہتے اور دیر تک آپ کے احسنات کا ذکر کرتے رہتے۔ پھر یہی احساس اپنے شہکار تربیت، اپنے ولی عہد اور سجادہ نشین حضور نقش لاثانی قدس سرہٗ میں پیدا کردیا حضرت موصوف علیہ الرحمۃ بھی اپنے جدامجد حضور شاہ لاثانی کی سنت پر عمل پیرا رہے اور ضعف پیری کے باوجود آخر تک دربار چورہ شریف میں حاضری دیتے رہے۔ سرکار چورہ شریف سلطان الاولیا حضور باواجی سرکار قدس سرہٗ کا ذکر خیر بلکہ بعض دفعہ نام نامی بھی زبان مبارک پر آتا تو چشم مقدس میں آنسو تیرنے لگتے۔ حاضری کے دوران حضرت کے مزار شریف ہی

کا بوسہ نہ لیتے بلکہ آپ کی اولاد پاک کے مزارات پر بھی نہایت احترام سے حاضر ہوتے۔ موجودہ سجادہ نشین حضرات اور ان کے صاحبزادوں کا مریدوں کی طرح ادب کرتے، حضور باواجی سرکار قدس سرہٗ کے حجرۂ عبادت کی دیواروں کو بھی چومتے اور ساتھیوں سے بڑے پیار بھرے لہجے میں مقامات ایسے کا تعارف کراتے۔

حضور نقش لاثانی قدس سرہٗ کے دل میں بھی سرکار باواجی قدس سرہٗ کے احسانات کا اعتراف اپنے جد امجد حضور نقش لاثانی قدس سرہٗ کی طرح بہت نمایاں تھا، چنانچہ ایک بار درباری نعت خواں صوفی محمد حسین دام اقبالہ میری لکھی ہوئی حضور کسی موقع پر بھی آپ اس کے اظہار سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ شہنشاہ لاثانی قدس سرہٗ کی منقبت پڑھ رہے تھے، اس میں ایک شعر تھا۔

تیری زندگی بندگی کی نشانی، ولانے تری ہر ادا کو نکھارا
تجھے شوق نے منزلت ایسی بخشی کہ ہر کوئی لاثانی کہہ کے پکارا

حضور نقش لاثانی قدس سرہٗ نے دوسرے مصرعے میں ترمیم کرتے ہوئے یوں اصلاح دی۔

تجھے شیخ نے منزلت ایسی بخشی کہ ہر کوئی لاثانی کہہ کے پکارا

بہر حال خانوادۂ لاثانی ہمیشہ آستان باواجی سرکار (قدس سرہما) کے الطاف و عنایات کا ممنون رہا اور وہ بھی اس حد تک کہ بقول ذوق

اتنا ہوں تیری تیغ کا شرمندۂ احساں
سر میرا تیرے سر کی قسم اٹھ نہیں سکتا!

حضور نقش لاثانی کے بعد عارف حقانی عالم ربانی حضور پیر سید عابد حسین شاہ صاحب نقشۂ نقش لاثانی علیہ الرحمہ بھی اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دربار چورہ شریف میں سراپا ادب بن حاضر ہوتے رہے۔ اور اس مرشد اعظم علیہ الرضوان کے آستانے کی خاک بوسی سے شاد کام ہوتے رہے۔ موجودہ سجادہ نشین پیر سید ظفر اقبال شاہ صاحب مدظلہ العالی دربار چورہ شریف کی حاضری میں کوتاہی نہیں کرتے۔

ہماری بار بار دعا ہے خداوند کریم اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے طفیل چورہ شریف اور علی پور شریف کی مقدس سرزمین پر رحمتوں کی بارش نازل فرماتا رہے۔............(آمین)

باوا جی سرکار

علیہ الرضوان

اہل دل کا قبلہ وکعبہ باوا جی سرکار
اہل نظر کا ملجا و ماویٰ باواجی سرکار

ہند کے خواجہ، ہند کے راجا سلطان اجمیر
اور ہیں پاکستان کے خواجہ باواجی سرکار

لاثانی ہیں میرے داتا، کس کو نہیں معلوم
میرے لاثانی کے داتا باواجی سرکار

آئے قریب و دور سے منگتے لینے نور کی بھیک
نور محمد ﷺ کا ہے جلوہ باواجی سرکار

رات اندھیری، بجلی کڑکے، پر ہیبت منجدھار
پار لگائیں غم کی نیا باواجی سرکار

کون چھڑائے، کون بچائے، کس کو میری لاج
کس کو سناؤں غم کی بپتا باواجی سرکار

دشمن سر پر، قوم ہراساں، رہنما غدار
روئیں کس کس غم کا رونا باواجی سرکار

مانگو نبی کا صدقہ حق سے اپنے دیس کی خیر
اے مرے قیوم زمانہ باواجی سرکار

جس مقصد کی خاطر ہم نے پاکستان بنایا
پورا ہو وہ خواب ہمارا باواجی سرکار

نقشہ نقش لاثانی کے صدقے کریں قبول
آسیؔ بھی تسلیم کو آیا باوا جی سرکار

پروفیسر محمد حسین آسیؔ

قرارداد پاکستان

......لمحہ بہ لمحہ داستان......

ترتیب: فصیل مسعود بٹ

س......قرارداد پاکستان کب پیش کی گئی۔
ج......23 مارچ 1940ء کو
س......قرارداد پاکستان اسلامی تاریخ کے حساب سے کب پیش کی گئی؟
ج......3 صفر 1359ھ کو
س......قرارداد پاکستان کس دن پیش کی گئی۔
ج......جمعہ کے دن
س......22 مارچ 1940ء کو منٹو پارک میں مسلم لیگ کو کس نے جلسہ کرنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا تھا؟
ج......سر سکندر حیات
س......22 مارچ 1940ء کو منٹو پارک میں مسلم لیگ کو جلسہ کی اجازت نہ دینے پر کس مسلمان رہنما نے سخت احتجاج کیا تھا؟
ج......راجہ علی خاں نے
س......22 مارچ 1940ء کو منٹو پارک لاہور مسلم لیگ کو جلسہ کرنے اجازت کب دی گئی تھی؟
ج......فروری 1940ء میں
س......22 مارچ 1940ء کو منٹو پارک میں مسلم لیگ کے اجلاس کی تیاریوں کیلئے جو مجلس استقبالیہ قائم کی گئی اس کے صدر اور سیکرٹری کون مقرر ہوئے تھے؟
ج...... صدر نواب شاہنواز ممدوٹ، سیکرٹری میاں بشیر احمد۔

س......22 مارچ 1940ء کو منٹو پارک میں ہونے والے مسلم لیگی اجلاس کا استقبالیہ دفتر کہاں بنایا گیا تھا؟
ج......نواب شاہنواز ممدوٹ کی کوٹھی میں۔
س......قرارداد پاکستان کہاں پیش کی گئی؟
ج......منٹو پارک لاہور میں۔
س......22 مارچ 1940ء کو مسلم لیگ کے اجلاس کیلئے سب سے زیادہ چندہ کس شخصیت نے دیا تھا؟
ج......نواب آف کالاباغ نے۔
س......جس اجلاس میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی اس میں ٹکٹوں کی شرح کیا تھی؟
ج...... ڈیڑھ سو روپیہ، کرسیاں (خاک بلاک) 10 روپیہ، کرسیاں 2 روپیہ، گیلری 1 روپیہ، فرش 8 آنے، خواتین پردے دار 2 روپیہ۔
س......22 مارچ 1940ء کو ہونے والے مسلم لیگی جلسہ کی سب جیکٹ کمیٹی کیلئے صدر کے نامزد پندرہ ارکان کے ناموں کا اعلان کب ہوا تھا؟
ج......22 مارچ کو۔
س......22 مارچ 1940ء کو ہونے والے مسلم لیگی جلسہ کی تاریخی سٹیج کس نے تیار کی تھی؟
ج......حاجی الف دین نے۔
س......22 مارچ 1940ء کو لاہور میں ہونے والے مسلم لیگی اجلاس کیلئے جلسہ گاہ کس تاریخ کو تیار کر لی تھی؟
ج......15 مارچ کو
س......22 مارچ 1940ء کو لاہور میں ہونے والے تاریخی اجلاس کی سٹیج پر علامہ اقبالؒ کا کونسا مشہور شعر درج تھا؟
ج...... جہاں میں ایماں صورت خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے ادھر نکلے، ادھر ڈوبے ادھر نکلے
س......22 مارچ 1940ء کے تاریخی جلسہ عام کے لئے قائداعظم محمد علی جناح لاہور کس تاریخ کو پہنچے تھے؟
ج......21 مارچ کو
س......قائداعظم محمد علی جناح مارچ 1940ء میں لاہور میں ہونے والے تاریخی اجلاس میں شرکت کیلئے کس گاڑی کے ذریعے دہلی سے لاہور پہنچے تھے؟
ج......فرنٹیر میل کے ذریعے۔
س...... قائداعظم محمد علی جناح مارچ 1940ء لاہور میں ہونے والے تاریخی اجلاس میں شرکت کرنے کیلئے ریلوے سٹیشن لاہور پہنچے تو آپ نے کس شخصیت کا ہار پہننے سے انکار کر دیا تھا اور کیوں؟
ج......سر سکندر حیات کا ہار پہننے سے انکار کرتے ہوئے آپ نے کہا تھا کہ لاہور میں اتنے مسلمان شہید ہو گئے ہیں میں اس حال میں ہار نہ پہنوں

گا۔

س.....قرارداد پاکستان کے سلسلے کا پہلا اجلاس کب ہوا تھا؟

ج.....22مارچ1940ء کو

س..... 22مارچ 1940ء کو قائداعظم کی مصروفیت کی بنا پر اجلاس شروع ہونے پر کرسی صدارت کس کے سپرد کی گئی تھی؟

ج.....نواب شاہنواز ممدوٹ کے سپرد۔

س.....قرارداد پاکستان کے سلسلے کے پہلے اجلاس کا آغاز کتنے بجے ہوئے۔

ج.....سوا گیارہ بجے۔

س.....قرارداد پاکستان کے سلسلے کا اجلاس منٹو پارک میں ہوا تھا، بتایئے منٹو پارک کا موجودہ نام کیا ہے؟

ج.....اقبال پارک

س..... قائداعظمؒ 21مارچ1940ء کو لاہور کے تاریخی اجلاس میں شرکت کرنے کیلئے لاہور تشریف لائے تو ان کو ایک جلوس کی صورت میں شہر پہنچایا گیا، بتایئے اس جلوس کا اختتام کس جگہ ہوا تھا۔

ج..... مسجد نیلا گنبد کے سامنے۔

س..... لاہور میں مسلم لیگ کے تاریخی اجلاس کے لئے22مارچ23، 24مارچ کی تاریخیں کس شخصیت نے تجویز کی تھیں؟

ج.....نوابزادہ لیاقت علی خاں نے۔

س.....22مارچ سے24مارچ 1940ء تک مسلم لیگ کے لاہور میں کتنے اجلاس منعقد ہوئے تھے؟

ج..... مارچ ۱۹۴۰ میں لاہور میں ہونے والے کس اجلاس میں قرارداد پاکستان پیش کی گئی تھی؟

ج..... دوسرے عام اجلاس میں

س.....قرارداد پاکستان کے سلسلے میں ہونیوالے تاریخی اجلاس میں میاں بشیر احمد کی مشہور نظم ”ملت کا پاسباں ہے محمد علی جناح“ کس نے پڑھی تھی؟

ج..... جناب انور غازی نے

س.....قرارداد پاکستان کے سلسلے میں ہونے والے تاریخی اجلاس میں خطبہ استقبالیہ کس نے دیا تھا؟

ج..... نواب شاہنواز ممدوٹ نے

س..... مارچ1940ء میں لاہور میں ہونے تاریخی اجلاس میں کس شخص کو انگریز کا ٹوڈی کہا گیا تھا؟

ج.....سر سکندر حیات کو

س..... قائداعظم نے مارچ ۱۹۴۰ء میں لاہور کے تاریخی اجلاس میں کس زبان میں تقریر کی تھی؟

ج.....انگریزی زبان میں

س..... مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں مسلم لیگ کے تاریخی اجلاس میں قائداعظم نے کتنے وقت تقریر کی تھی؟

ج.....ایک گھنٹہ چالیس منٹ تک

س.....قرارداد پاکستان کے سلسلے میں ہونے والے تاریخی اجلاس میں قائداعظم نے اپنی تقریر کے دوران کس متعصب ہندو مہاسبھائی لیڈر کا خط پڑھ کر سنایا تھا جو اس نے مسٹر سی آر داس کو لکھا تھا۔

ج..... لالہ لاجپت رائے کا

س..... ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو جس اجلاس میں قرارداد پاکستان پیش کی گئی وہ مسلم لیگ کا کونسا سالانہ اجلاس تھا؟

ج.....۲۷واں اجلاس

س.....قرارداد پاکستان کس نام سے پیش کی گئی تھی؟

ج.....قرارداد تقسیم ہند کے نام سے۔

س.....کس خاتون نے قرارداد تقسیم ہند کو قرارداد پاکستان کا نام دیا۔

ج.....بیگم محمد علی جوہر نے

س.....قائداعظم محمد علی جناح نے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ کے تاریخی اجلاس میں کس شخصیت کو دوبارہ تقریر کرنے کی فرمائش کی تھی؟

ج..... بہادر یار جنگ کو

س..... قرارداد پاکستان میں سندھ، پنجاب، بلوچستان اور سرحد کے نام واضح طور پر ہونے چاہئیں۔ بتایئے یہ الفاظ قائداعظم کو کس شخصیت نے کہے تھے۔

ج.....ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی نے

س.....قرارداد پاکستان کس زبان میں پیش کی گئی تھی؟

ج.....انگریزی زبان میں

س.....قرارداد پاکستان کے سلسلے کی آخری تقریر کس نے کی تھی؟

ج.....مولانا بہادر یار جنگ نے۔

س..... قائداعظم نے ۲۲ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور کے تاریخی اجلاس میں پہلا کام کونسا کیا تھا؟

ج..... پرچم کشائی کی تھی۔

س.....قرارداد پاکستان کس نے پیش کی تھی؟

ج.....مولوی فضل الحق نے

س.....قرارداد پاکستان کی منظوری کب ہوئی۔

ج.....۲۴ مارچ ۱۹۴۰ء کو

س.....قرارداد پاکستان کی سب سے پہلے تائید کس نے کی تھی؟

ج..... چوہدری خلیق الزماں نے

س..... صوبہ پنجاب کی طرف سے قرارداد پاکستان کی تائید کرنے والی شخصیت کونسی تھی؟

ج.....مولانا ظفر علی خاں نے

س.....صوبہ سرحد کی طرف سے قرارداد پاکستان کی تائید کرنے والے رہنما کون تھے؟

ج.....سردار اورنگ زیب

س.....صوبہ سندھ کی طرف سے قرارداد پاکستان

کی تائید کس نے کی تھی؟

ج.....حاجی عبداللہ ہارون نے

س.....صوبہ بلوچستان کی طرف سے قرارداد پاکستان کی تائید کرنے والی شخصیت کونسی ہے؟

ج.....قاضی عیسیٰ خاں

س..... صوبہ مدارس کی طرف سے قرارداد پاکستان کی کی تائید کرنے والے رہنما کا نام بتایئے؟

ج.....عبدالحمید خاں

س.....صوبہ بہار کے مسلمانوں کی طرف سے قراردپاکستان کی تائید کس شخصیت نے کی تھی؟

ج.....نواب اسماعیل خاں

س.....صوبہ بمبئی کی طرف سے قرارداد پاکستان کی تائید کرنے مسلمان رہنما کا نام بتایئے؟

ج.....اسماعیل ابراہیم چندریگر

س.....صوبہ سی پی کی طرف سے قرارداد پاکستان کی تائید کرنے والے مسلمان رہنما کا نام بتایئے؟

ج.....سید عبدالروف شاہ

س.....صوبہ یو پی کی طرف قرارداد پاکستان کی تائید میں کس شخصیت نے تقریر کی تھی؟

ج.....سید ذاکر علی

س..... مارچ ۱۹۴۰ء کے لاہور اجلاس میں کل کتنی قراردادیں پیش ہوئی تھیں؟

ج.....چار قراردادیں

س..... کانگریس کے کس رہنما نے قرار داد پاکستان کی تائید کی تھی۔

ج.....راج گوپال اچاریہ نے

س.....قائداعظم نے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو مسلم لیگ کے لاہور کے اجلاس میں جو تقریر کی وہ کس نے لکھی تھی؟

ج..... کسی نے بھی نہیں لکھی تھی بلکہ آپ نے وہ تقریر فی البدیھہ کی تھی۔

س.....۲۱ مارچ ۱۹۴۰ء کو جب قائداعظم محمد علی جناح لاہور میں مسلم لیگ کے تاریخی اجلاس میں شرکت کے لئے دہلی سے لاہور پہنچے تو ریلوے اسٹیشن پر سب سے پہلے کس صوبے کے مسلم نیشنل گارڈز نے سلامی دی تھی؟

ج.....صوبہ بلوچستان کے

س.....قراداد لاہور کو قرارداد پاکستان کا نام ہندو پریس نے دیا تھا یا مسلم پریس نے؟

ج.....ہندو پریس نے

س.....تحریک پاکستان میں محمد علی جناح مارچ ۱۹۴۰ء میں لاہور کے تاریخی اجلاس میں کتنی تقریریں کیں تھیں؟

ج.....دو

س.....تحریک پاکستان میں یوم الفرقان کس دن کو کہا جاتا ہے؟

ج.....۲۳ مارچ کو

س..... قائداعظم کی کس صدارتی تقریر کو پارلیمانی خطابت کا شاہکار کہا جاتا ہے؟

ج..... مارچ ۱۹۴۰ء میں لاہور میں ہونے والے تاریخی اجلاس میں کی جانے والی صدارتی تقریر۔

س.....قرارداد پاکستان میں پاکستان کا لفظ کتنی بار آیا تھا؟

ج.....ایک بار بھی نہیں۔

س.....۲۲ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں ہونے والے مسلم لیگی اجلاس کے نظم وضبط کے انتظامات کے مسئلہ کو حل کرنے کی خاطر سردار اورنگ زیب نے سرحد سے کتنے رضا کار بھیج دیئے تھے؟

ج.....سو رضا کار

س.....قائداعظم محمد علی جناح نے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور کے تاریخی اجلاس میں کس مسلمان رہنما کی تقریر سن کر مائک پر کہا تھا کہ ان کے بعد کسی اور کا کہنا غلطی ہوگا؟

ج.....بہادر یار جنگ کی تقریر سن کر

س.....قرار داد پاکستان کی منظوری کے بعد قائداعظم محمد علی جو ہر نے کس شاعر کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ آج ہم میں وہ موجود نہیں کہیں اگر وہ ہوتے تو دیکھ لیتے کہ ہم نے ان کے تصور کو اپنی ملی جدوجہد کا مطمع نظر بنا لیا ہے۔

ج.....علامہ اقبال کو

س.....قرارداد پاکستان کی سب سے زیادہ مخالفت کس اخبار نے کی تھی؟

ج.....لندن ٹائمز نے

س.....۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور کے تاریخی اجلاس میں جب قائداعظم تقریر کر رہے تھے تو جلسہ گاہ میں آمد پر زبردست شور اٹھا تھا؟

ج.....مولوی فضل الحق کی آمد پر

س..... قائداعظم محمد علی جناح نے قرارداد پاکستان کی وضاحت کیلئے کس برطانوی رسالے میں مضمون لکھا تھا۔

ج.....ٹائم اینڈ ٹائیڈ میں

س.....قرارداد پاکستان کے سلسلے میں ہونے والے اجلاس کا اختتام کب اور کتنے بجے ہوا تھا؟

ج.....۲۴ مارچ ۱۹۴۰ء کو رات کے ساڑھے گیارہ بجے

س..... قراداد پاکستان کے سلسلے میں ہونے والے اجلاس میں کل کتنے افراد شریک ہوئے تھے؟

ج.....تقریباًایک افراد

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

بحضور......سرور کائنات ﷺ

اے کہ تیرا غبارِ راہ تابش روئے ماہتاب اے کہ تیرا نشان پا ، نازش مہر خاوری

تیرے قدم پہ جبہ سا، روم و عجم کی نخوتیں تیرے حضور سجدہ ریز، چین و عرب کی خودسری

تیری پیمبری کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے بخشا گدائے راہ کو ، تو نے شکوہ قیصری

چشمہ تیرے بیان کا غار حرا کی خامشی نغمہ تیرے سکوت کا ، نعرہ فتح خیبری

زمزمہ تیرے ساز کا لحنِ بلالؓ حق نوا صاعقہ تیرے ابر کا، لرزش روحِ بوذریؓ

آئنہ تیرے خلق کا طبع حسنؓ کی سادگی جذبہ تیرے عروج کا، آل عباؓ کی برتری

جھلکیاں تیرے ناز کی جنبشِ کاکلِ حسینؓ رنگ تیرے نیاز کا، گردشِ چشم جعفری

شان تیرے ثبات کی عزمِ شہید کربلاؓ شرح تیرے جلال کی، ضربت دست حیدریؓ

رنگ تیرے شباب کا جلوۂ اکبرؓ قتیل نقش تیرے شکیب کا، خونِ گلوئے اصغریؓ

تیرا لباس فاخرہ ، چادرِ کہنہ بتول تیری غذائے خوش مزانانِ شعیر حیدریؓ

تجھ پہ نثار جان و دل مڑ کے ذرا تو دیکھ لے

دیکھ رہی ہے کس طرح ہم کو نگاہِ کافری

یا خیر الانام

یارب الانام

شہزادہ گلگوں قبا، شہید دشت کرب و بلا، راکب دوش رسول
جگر گوشہ بتول سیدنا و مولانا الامام حسین علیٰ جدہ و علیہ السلام

کی یاد میں

بلند فکر علماء خوش الحان ثنا خوان کی شرکت

پانچویں سالانہ

شہادت کانفرنس

۱۲ مارچ ۲۰۰۳ء

بمقام
نقش لاثانی نگر

ظفر اقبال شاہ

غلام محی الدین

سید علی سجاد

محمد حسین آسی صاحب

حضرت صاحبزادہ نور المصطفیٰ صاحب

فاضل جلیل حضرت علامہ قاری خالد محمود صاحب
گوجرانوالہ

جناب نذیر نظامی صاحب
لاہور

حضرت علامہ غلام مصطفیٰ

الداعی الی الخیر جناب شجاعت علی مجاہد امیر مرکزی شیران اسلام پاکستان

یارب العلمین

یا رحمۃ للعلمین

سند الاولیاء خواجہ خواجگان امام الفقراء آفتاب ولایت

حضرت خواجہ فقیر محمد چوراہی قدس سرہٗ

عرس مبارک

بتاریخ
۲۹-۳۰ مارچ
۲۰۰۳

زیر صدارت
بدر المشائخ پیر زادہ
محمد بدر الدجیٰ فاروقی
مرکزی سجادہ نشین آستانہ عالیہ چورہ شریف

بمقام دربار عالیہ چورہ شریف ضلع اٹک